تاریخ

اولیائے چشت لاہور

تصنیف لطیف

محمد دین کلیم بی اے

ناشر

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ، لاہور

تاریخ

اولیائے چشت لاہور

(ایک تاریخی جائزہ)

الٰہی آفتاب چشتیاں رخشندہ باد

مؤلفہ

محمد دین کلیم

ناشر

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ

خوشخبری سنادو میرے ان بندوں کو جو اعلیٰ بات سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

او نشیند در حضورِ اولیاء

سلسلۂ مطبوعات تاریخِ لاہور نمبر ۲

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

سنِ اشاعت ——— دسمبر سنہ ۱۹۶۸ء

تعدادِ اشاعت ——— ایک ہزار

قیمت ——— تین روپے

طابع ——— پنجاب پریس۔ لاہور

طبع ——— اوّل بار

کتابت ——— نذیر احمد پہلوان خوشنویس

مکتبۂ تاریخِ لاہور

۱۶۔ برقی سٹریٹ۔ گڑھی شاہو۔ لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نبویہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور

اِنتساب

والدہ مکرّمہ کے نام

کلیمؔ

فہرست مضامین

تعارف

کہتے ہیں لاہور شہرِ باغات ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لاہور شہرِ درویشاں ہے۔ پنجاب والے اسے "داتا دی نگری" کہتے ہیں اور اہلِ حل اسے مدینۃ الاولیا کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں۔

لاہور اور اس کے مضافات کو اگر ایک سیاح کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جہاں یہ شہر پرانے اور نئے باغات سے گھرا ہوا پایا جائے گا وہاں یہ بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ لاہور اولیاء اللہ کے مزارات ان کی درسگاہوں اور مشاغلِ علمی کے مراکز سے بھی معمور ہے۔

مشکل یہ ہے کہ جس دور میں ہم گزر رہے ہیں۔ ہماری کم نگاہی ہے کہ ہم لوگ اپنے اس معمورہ کے حالات پر التفات کرنا درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ حکم کہ "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" دامنِ امید کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور شکرِ ایزدِ متعال کہ اس نے میرے ایک دوست میاں محمد دین کلیم بی۔ اے کو یہ سعادت بخشی، کہ وہ اولیاء اللہ کو دنیا سے روشناس کرائیں، اور اس طرح ثوابِ دارین حاصل کریں۔ اس کام کے لیے موصوف نے تاریخِ لاہور مرتب کرنے کے لیے کمر ہمت باندھی اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے اولیاء اللہ سے متعارف کرانے کی ٹھانی۔ ہمارے ملک میں اہلِ سلوک کے چار مقتدر مسالک ہیں اور باقی چھوٹے چھوٹے،

مسلک انہی چار میں سے کسی ایک کی کڑی ہیں، یہ سلاسلِ اربعہ۔ سلسلہ عالیہ قادریہ۔ سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ کے نام سے موسوم ہیں۔

میرے محترم کرم فرمانے ان ہر چہار سلاسل کے اولیاء کو چار مختلف اشاعتوں میں پیش کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

اس ضمن کی پہلی اشاعت "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" شائع ہو چکی ہے اور مولف کی محنت اور کاوش کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہے۔

زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ مصنف نے اس کتاب کی تدوین و ترتیب کے لیے کس قدر جانفشانی اور علو ہمتی سے کام لیا ہے۔ اولیائے چشت کے متعلق اتنی مبسوط اور پُر از تحقیقات کتاب شاذ ہی اس سے پہلے کبھی لکھی گئی ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف نے مہینوں کوشش کی ہے اور بڑی تگ و دو سے پرانے پرانے چشتی حضرات کا پتہ چلایا۔ اور جس طرح ان مزارات کا کھوج صدہا سال بعد لگایا گیا ہے۔ یہ کام جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

اعتراض کرنا بڑا آسان ہے اور کام کرنا بڑا مشکل ہے، اگر حسد اور رقابت کو بالائے طاق رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کیا گیا، تو امید واثق ہے کہ طالبانِ اہل حق کے لیے موجب صلاح و فلاح ہو گا۔

آخر میں میری دعا ہے کہ جس طرح اللہ پاک نے اپنے محبوب پاک

کے صدقہ میں خاندانِ چشت کو باعثِ تنویرِ عالم بنایا۔ اسی طرح ان کے اس تذکرہ کو نورانیت عطا فرمائے اور میرے باعثِ فخر دوست میاں محمد دین صاحب کلیم بی۔ اے کو وسعتِ قلب اور کمالِ علم و دانش سے سرفراز کرے تاکہ وہ مشائخ کے سلاسلِ عالیہ اور تاریخِ لاہور کو منظرِ عام پر لاکر طالبانِ حق کے لیے ایسی مشعلِ عالم تاب روشن کر دیں، جو کہ خود بھی روشن رہے اور مصنف موصوف کو بھی بقائے دوام حاصل ہو جائے۔

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بتاریخ ۲۴/۹-۶۸

خاکپائے اہل اللہ

بندہ محمد لطیف قادری النوشاہی

نوشاہی منزل محمدی پارک راجگڑھ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط اور پھر فرمایا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

ان حالات میں تذکرہ انبیاء یا اولیاء لکھنا سب قسم کی کتابیں لکھنے سے بہتر ہے۔ کافی مدت سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اولیائے لاہور پر آج تک کوئی مکمل تاریخ نہیں ہے۔ جس سے کم از کم ان حضرات کا تاریخی جائزہ ہی لیا جا سکے۔ چنانچہ اسی خیال کو مدِنظر رکھکر یہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ ہر سلسلہ کے بزرگانِ دین کا علیحدہ علیحدہ حال لکھا گیا۔ کہ اس سلسلہ کے کون کون سے حضرات سرزمینِ لاہور میں وارد ہوئے۔ جو یہاں تشریف لاکر آگے چلے گئے۔ ان کے حالات بھی درج کیے گئے ہیں۔ اور جو یہاں ہی آسودۂ خاک ہو گئے۔ ان کا ذکرِ خیر کر دیا گیا۔ اب اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ میری بے بضاعتی کا نمونہ ہے۔ لاہور میں علماء و فضلاء کی کمی نہیں ہے اب ان کا کام ہے کہ وہ اس میں ایزادی فرمادیں۔ "تاریخ اولیائے چشت لاہور" اس سلسلہ کا دوسرا نقش ہے۔ جس میں ۱۹۶۸ء تک کے ان حضرات

صوفیاء چشتؒ کا تذکرہ ہے۔ جن کے قدوم میمنت لزوم نے لاہور کو رونق بخشی خواہ وہ یہاں رہے یا ملک کے دوسرے حصوں میں تبلیغ اسلام واحیاء سنت کے لیے تشریف لے گئے۔ جن اولیائے کرامؒ کے حالات رہ گئے ہیں، ان کے لیے علماء کرام واہل علم حضرات میری معاونت فرمادیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان اولیائے عظام کی سیرت پڑھنے سے ایک عام آدمی کو کیا نفع ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس دور میں لوگوں کے دل و دماغ ہی مادیت کے لیے کام کررہے ہیں۔ اور ہر شخص کو روٹی کما کھانے کا چکر لگا ہوا ہے اور حرص و ہوس اس قدر زیادہ ہے کہ ہر شخص کی خواہش ہے۔ کہ دولت کو حاصل کرنے کی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اور راتوں رات لاکھ پتی اور کروڑ پتی بن جائے۔ تو اس کا جواب ہم ان بزرگانِ اسلام کی زبان سے ہی دیتے ہیں:۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نیکیوں کا ذکر ہوتا ہے، تو اس وقت رحمتِ باری کا نزول ہوتا ہے۔

۲۔ سید الطائفہ حضرت جنیدؒ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکایات المشائخ جند من جنود اللہ عز وجل یثبت للقلوب۔

مشائخ کرام کی حکایات دلوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں۔

۳۔ حضرت نظام المشائخ، خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ چشتی دہلوی کا ارشاد گرامی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے ملفوظات و حالات کی پوری

اشاعت کرے۔ تاکہ وہ عوام کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا۔ عند ذکر الاولیاء تتنزّل الرحمۃ۔ یعنی اولیاءِ عظام کا ذکر کرنے پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

پھر فرمایا، کہ جو آدمی اولیاءِ کرام کے سوانح اور ملفوظات اپنے قلم سے تحریر کرتا ہے۔ اس کے لیے جنت میں ہر ایک حرف کے بدلے ایک محلِ خاص تیار ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت فریدالدین عطّار فرماتے ہیں۔ کہ مشائخ کرام کے ملفوظات وارشادات کو پڑھنے سے بے شمار اسرار و رموز عیاں ہوتے ہیں۔

۵۔ شیخ ابو علی حقاق سے پوچھا گیا۔ کہ جب لوگ قرآن کریم اور احادیث نبویہ پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ اور اولیاءِ کرام کے مسلک و مشرب پر عمل پیرا نہ ہوں۔ تو کیا ان کے ملفوظات فائدہ مند ہو سکتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یقیناً جن لوگوں کے دلوں میں طریقت کی طلب پائی جاتی ہے۔ وہ اس سے ضرور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

۶۔ حضرت امام یوسف ہمدانی سے دریافت کیا گیا، کہ جب ایسا زمانہ آ جائے کہ اللہ والے تلاش کرنے کے باوجود بھی نہ ملیں، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ ان حالات میں اگر کوئی ہماری سیرت کے آٹھ صفحات بھی پڑھ لے گا۔ تو وہ یہ خلا محسوس نہ کرے گا۔

۷۔ حضرت الشیخ نجم الدین صغریٰ فرماتے ہیں کہ منازل امیر المومنین علی المرتضیٰ میں ہے کہ ذکر الاولیاء عبادۃ، یعنی اولیاء اللہ کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔

اب ان بزرگانِ دین کے حالات کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ کرے گا۔ کہ ان لوگوں میں کس قدر عزم و استقلال تھا۔ کہ وہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے۔ حج اور سیر و سیاحت کے لیے حرمین الشریفین، اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرتے تھے۔ ایک دن میں ایک بار یا زیادہ دفعہ مکمل قرآنِ شریف کی تلاوت فرماتے تھے۔ ساری ساری رات نوافل میں گزارتے تھے۔ مصیبت زدہ اشخاص کی تکالیف کا مداوا کرتے تھے۔ اور پھر اس زمانہ میں جب کہ ہوائی جہاز۔ ریل گاڑی اور موٹر کا وجود ہی نہ تھا، پا پیادہ چل کر اولیائے وقت کی ملاقات کو جاتے اور حج و زیارتِ روضۂ نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ کھانا کم کھاتے تھے۔ ورزش اور مسواک، وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اُمراء اور اغنیاء کی ملاقات سے احتراز کرتے تھے۔ دنیا میں رہ کر بھی انھوں نے دنیا سے دل نہیں لگایا، اور اتّباعِ سنت کی مشعل جلائے رکھی۔ اکلِ حلال کا اس قدر اہتمام تھا کہ کھانا کھانے سے پہلے ہر قسم کی چھان بین کر لیتے تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی امداد کرنے میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔

لاہور کے بیس لاکھ مسلمانوں میں سے اگر ایک مسلمان بھی ان اولیاء لاہور کے تذکروں کو پڑھ کر خدا اور اس کے رسول کی تابعداری میں مصروف ہو گیا۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری کوشش بر آئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

الٰہی تا بود خورشید و ماہی + چراغِ چشتیاں را روشنائی

محمد الدین کلیم

عرض حال

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ !

"لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" کے شائع ہونے کے وقت میں نے قارئین کرام سے وعدہ کیا تھا۔ کہ انشاء اللہ جلد ہی مدینۃ الاولیاء لاہور کے چشتی حضرات کا ایک مفصل تذکرہ لکھا جائے گا۔ جس میں ان کی لاہور سے متعلقہ کارگزاریوں کا خاص طور پر ذکر کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا۔ اور میں نے روز و شب مصروف رہ کر اس کتاب کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ اور اب کوشش کر رہا ہوں۔ کہ اگر حالات درست رہے۔ اور اللہ کریم کا کرم بھی شامل حال رہا۔ تو جلدی ہی اس سلسلہ کی تیسری کڑی، "سہروردی اولیائے لاہور" بھی مکمل کر دی جائیگی۔ اس کے لیے میں لاہور کے سہروردی حضرات سے معاونت کا خواستگار ہوں، کہ وہ مجھے ان حضرات کے بارے میں جامع معلومات مہیا کریں گے۔

زیر نظر کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

حصہ اوّل :۔

اس حصہ میں ایسے چشتی اولیاء عظام و صوفیاء کرام کا حال درج ہے، جو مقامات بلند و مدارج ارجمند سے مزین رہتے۔ اور ان کے مراتب عالیہ اور مقامات

جلیلہ کی کوئی انتہا نہیں۔ مزید برآں صاحبِ علم وفضل اور جامع شریعت و طریقت تھے۔ ان کے مزار پُرانوار سرزمین لاہور کی زینت نہ بن سکے اور وہ برصغیر پاک و ہند کے دُور دراز علاقوں میں مدفون ہوئے۔ مگر اس کے باوجود لاہور کا ہر فرد ان کا نام سنتے ہی اپنی جبینِ نیاز کو جھکا دیتا ہے اور ان جلیل القدر مشائخ اور فریدالعصر ہستیوں کے فیوض و برکات کا بھی آج ثنا خواں ہے۔

حصّہ دوم:۔

اس حصّہ میں ان چشتی بزرگانِ دین کا تذکرہ ہے جن کی روحانی عظمت و جلال اور اقلیم ولایت کی بادشاہی مسلّم تھی۔ انھوں نے اس سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہزارہا اہل لاہور ان پر پروانہ وار نثار ہوتے رہے۔ اور وہ اسی مقدّس سرزمین کی خاک میں آسودہ ہوئے مزارات کا محل وقوع بھی دیا ہے۔ تاکہ ان کی تلاش میں ممکنہ آسانی پیدا ہو سکے مزید برآں ان اولیاء کرام کے حالات ہر دو حصّوں میں ترتیب زمانی کے حساب سے دیئے گئے ہیں

اس کتاب میں موجودہ دور تک کے تمام چشتی حضرات کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ سلسلہ بھی پہلے کی طرح مکمل ہو جائے۔ اور اولیاء لاہور کے تذکروں میں ایک منفرد حیثیت اختیار کرلے۔ ضمناً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عثمان ہارونی چشتی تک بزرگانِ چشت اور سرزمین چشت شریف کی بھی تاریخ لکھ دی گئی ہے۔

زیرِ نظر تالیف میں ترتیب و تاریخ اور زبان کی بہت سی خامیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں گی، جن کی نشان دہی اہل علم حضرات کا کام ہے۔ مگر یہ امر موجب فخر و انبساط ہے کہ لاہور کے چشتی اولیاء کا تذکرہ ایسی جامع صورت میں موجود نہیں تھا، جو میری حقیر کوششوں سے مدون ہو گیا ہے۔ اس میں تمام ایسے بزرگانِ چشت کے حالات درج کر دیئے گئے ہیں جن کا لاہور سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رہا ہے۔

آخر میں میں اہل علم حضرات سے معذرت خواہ ہوں، کہ اگر وہ میری غلطی یا سقم دیکھیں، تو وہ مجھے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ان کی درستی دوسری اشاعت میں کر دی جائے جس کے لیے میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں گا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کام علماء فضلا میں سے ہی کسی قابلِ احترام ہستی کے کرنے کا تھا۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے اس بار بھی کئی ایک نادر و نایاب کتب اپنے ذاتی کتب خانہ سے بغرض استفادہ عنایت فرما کر اس کتاب کو مکمل کرنے میں میری مدد فرمائی اور ان کے ذوق ملے ہی اس کتاب کی تکمیل میرے ہاتھوں کروائی۔ اس کے علاوہ مجھے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

میں مولوی محمد لطیف زاہد خطیب مسجد ٹاؤن ہال لاہور کا بھی شکر گزار ہوں۔ کہ انھوں نے کمال مہربانی سے مسودے کو پڑھا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگان دین کے طفیل ہم کو اسلام کے صحیح اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ اور جو نیک اور صالح کام وہ اپنی حیات میں کرتے رہے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۶۸ء

خاکپائے اولیاء اللہ

محمد الدین کلیم

۱۶۔ برنی سٹریٹ۔ گڑھی شاہو۔ لاہور

۱۶۲۶۳

تذکرہ

اولیائے چشتیہ

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور پانچویں صدی میں

تاریخ فرشتہ کے مطابق سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۲ ہجری بمطابق ۱۰۲۱ عیسوی میں لاہور پر حملہ کیا۔ خود تو اس نے شہر ہی میں اقامت اختیار کی۔ لیکن لشکر کو کئی حصّوں میں تقسیم کر کے شہر کی غارت گری کے لیے روانہ کیا۔ فوجیوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے شہر اور اس کے ارد گرد کے قصبات اور دیہات کو خوب لوٹا اور مالِ غنیمت سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانہ میں راجہ جے پال کا لڑکا انند پال لاہور کا حکمران تھا۔ چونکہ وہ کافی معمّر ہو چکا تھا۔ اس لیے اس میں اتنی ہمّت اور جرأت نہ تھی۔ کہ اسلامی لشکر کے سیلِ رواں کو روک سکتا۔ اس لیے وہ اجمیر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے لاہور میں اپنا نائب مقرر کیا اور اس کے ساتھ ایک بڑا لشکر بھی متعیّن کر کے یہاں چھاؤنی قائم کر دی۔ اور اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کرایا۔ اس

وقت سے لاہور میں مسلمانوں کی آمد و رفت شروع ہوئی لشکری۔ تجارت پیشہ، صوفیائے کرام، علمائے عظّام، اور دیگر مسلمان پہلی دفعہ سرزمینِ لاہور میں داخل ہوئے۔ کچھ تو باہر کے آنے والے مسلمانوں نے یہاں مستقل رہائش اختیار کی۔ اور کچھ علمائے اسلام کی تبلیغ سے یہاں کے ہزارہا غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

مخدوم زمن شاہ محمد حسن چشتی صابری رام پوری اپنی تصنیف لطیف" حقیقت گلزار صابری" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی سنجریؒ ماہ ذی الحجہ چہار شنبہ ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ء لاہور میں داخل ہوئے۔

اس ایک سو ساٹھ سال کے دوران پہلے حصّہ میں تو مسلمان فاتح یہاں آتے رہے اور واپس چلے جاتے رہے۔ مگر کچھ مدّت کے بعد جب چند ایک مسلمانوں نے یہاں رہائش اختیار کی۔ اور یہاں کے مقامی لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ نیز صوفیائے کرام مثلاً قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخشؒ حضرت

محمد اسماعیل محدث لاہوری ۔ سید احمد توختہ ترمذی ۔ شاہ حسین زنجانی شیخ عزیز الدین مکی لاہوری ۔ اور حضرت شاہ یعقوب صدر دیوان کی وجہ سے ہزار ہا ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تو اس زمانہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی لاہور میں وارد ہوئے تاکہ وہ لاہور سے سینکڑوں میل دور اجمیر شریف اور اس کے نواح میں تبلیغ اسلام کریں آنجناب خسرو ملک بن خسرو شاہ جو غزنوی خاندان کا آخری حکمران تھا کے عہد حکومت میں لاہور تشریف لائے تھے۔

خسرو ملک جو ۵۵۵ ہجری سے ۵۸۲ ہجری (۱۱۶۰ء سے ۱۱۸۶ء) تک لاہور کا حکمران رہا، اور یہاں ہی مقیم رہا۔ اپنے والد خسرو شاہ کے لاہور ہی میں انتقال پر یہاں تخت نشین ہوا۔ اس نے بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی اور سلطنت کو پائیدار اور مستحکم بنانے کی انتھک کوشش کی ۔ کیونکہ غوریوں نے غزنی پر قبضہ کر لیا تھا اور اب ان کے پاس صرف لاہور ہی کی حکومت تھی جس کو بچانے کے لیے غزنی کے سابق حکمران پوری کوشش کر رہے تھے ۔ کہ اچانک ۵۷۶ ہجری ۱۱۸۰ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور پر حملہ کر دیا خسرو ملک سلطان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور لاہور کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ شہاب الدین غوری خسرو ملک کے ایک نو عمر لڑکے اور لاہور کے ایک ہاتھی کو گرفتار کر کے واپس غورستان لے گیا۔

سلطان نے لاہور پر دوسرا حملہ ۵۸۰ھ مطابق ۱۱۸۴ء میں کیا خسرو ملک اس مرتبہ بھی پناہ گزین ہو گیا۔ غوری نے لاہور اور اس کے ارد گرد کے دیہات کو خوب جی کھول کر لوٹا۔ آبادیوں کو ویران کر دیا۔ اور پھر واپس غورستان چلا گیا۔

سلطان مذکور نے لاہور پر تیسرا حملہ ۵۸۲ ہجری (۱۱۸۶ء) میں کیا اسطرح ہوا کہ خسرو ملک سلطان

شہاب الدین غوری کے پے در پے حملوں سے سخت کبیدہ خاطر تھا۔ اس لیے اس نے غوری کے دوسرے حملۂ لاہور کے بعد گکھڑوں کو اپنی طرف ملا کر سیال کوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جس پر سلطان غوری کا ایک امیر متعین تھا۔ جب شہاب الدین غوری کو اس حرکت کی اطلاع ملی، تو اس نے لاہور فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے ایک شاطرانہ چال چلی، یعنی خسرو ملک سے دشمنی کی بجائے دوستی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے خسرو ملک کے گرفتار شدہ لڑکے کو آزاد کر دیا۔ اور چند امراء اور جرنیلوں کے ساتھ تمام شاہی اعزازات سے باپ سے ملاقات کے لیے لاہور روانہ کیا۔ نیز ان جرنیلوں کو ہدایت کر دی۔ کہ وہ ملک شاہ فرزند خسرو ملک کو ساری راہ شراب کے نشے میں دھت رکھیں۔ خسرو ملک اپنے بیٹے کی آزادی کی خبر سنکر بہت خوش ہوا، اور مطمئن ہو گیا۔ کہ اب اس پر آئے دن حملے نہیں ہو سکتے۔ لیکن شہاب الدین غوری اپنے داؤ پر تھا، وہ باد و باراں کی تیزی کے ساتھ ایک دوسرے راستے سے بائیس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور پہنچ گیا۔ ابھی ملک شاہ لاہور بھی نہ پہنچا تھا۔ کہ غوری کا لشکر دریائے راوی کے کنارے لاہور سے باہر خیمہ زن ہو چکا تھا۔ علی الصبح جب خسرو ملک کو غوری لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ناچار اس نے امان مانگی۔ اور لاہور پر غوری خاندان کا قبضہ بغیر کسی جنگ جدل کے ہو گیا۔

خسرو ملک نے اٹھائیس سال تک لاہور پر حکومت کی۔ اور اس کے مرتے ہی غزنی کی عظیم الشان حکومت غوری خاندان میں منتقل ہو گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی ہندوستان میں تشریف لائے اور انھوں نے اس سلسلہ عالیہ کی اس قدر ترویج و تجدید میں حصہ لیا کہ اسکی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔

اس افراتفری اور طوائف الملوکی کے زمانہ میں جبکہ ایک طرف غیر ملکی مسلمان فاتح ہندوستان

پر اپنے دسیے حملے کر رہے تھے۔ وہاں دوسری طرف غیر ملکی صوفیائے کرام بھی اپنے حقیقی مشن یعنی تبلیغ اسلام کے لیے بھرپور کوشش کرنے کے لیے سرزمین ہندوستان کے دروازے پر پہنچ گئے اور سب سے پہلا مستقر ان لوگوں نے مدینۃ الاولیاء لاہور ہی کو بنایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے بھی اس شہر میں ڈیرے ڈالے۔ حضرت سید زنجانی، حضرت سید علی ہجویری اور شاہ یعقوب صدر دیوان کی خانقاہوں میں حاضری دی، چلہ کشی کی مشکت ہوئے اور یہاں ہی سے وہ تمام فیوض و برکات حاصل کیے جن سے انہوں نے سرزمین ہندوستان کو مستفید کرنا تھا۔ جب آپ کا دامن ان نعمتوں سے بھر گیا تو آپ نے دہلی اور اجمیر کا رُخ کیا۔ اور ہندوستان کے وسط میں پہنچ کر احیائے اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ہندو راجاؤں نے آپ سے ٹکر لینے کی کوشش کی مگر آپ کی ہمت وجرأت نے ان کے تمام قلعے پاش پاش کر دیئے اور اپنے مستقل مستقر سے تبلیغ وارشاد اور احیائے دین وسنت کے لیے اپنے خلفاء بھیجنے شروع کر دیئے۔
ہندوستان میں چشتی صوفیائے کرام کی خدمات کو کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اور سچ پوچھیے تو اس سرزمین میں ان لوگوں کے پاک نفوس کی برکات سے ہی اسلام دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ اور پھر آگے انہوں نے اس ملک کے تمام گوشوں پر قبضہ کر لیا۔ دہلی۔ اجمیر۔ ناگور۔ ہانسی۔ کلیر۔ پاک پٹن گلبرگہ۔ دولت آباد۔ منیر۔ برہان پور۔ خلد آباد۔ بہار شریف۔ تونسہ شریف اور کچھوچھہ میں ان لوگوں نے عظیم الشان خانقاہیں قائم کیں۔ اور وہاں سے مسلمان مبلغین تیار کرتے رہے۔ اور ان کو دوسرے مقامات پر اسلام کی اشاعت کے لیے بھیجتے رہے اور سچ تو یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی وجہ سے ہندوستان اہل اسلام کا مستقل گھر بن گیا۔

بلکہ شاہانِ وقت تک ان کی چوکھٹ پر جبہ مسائی کرتے رہے۔ اس بات میں کوئی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ چشتیہ سلسلہ کے نامور مشائخ حضرت سید معین الدین چشتیؒ (اجمیر شریف) حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (دہلی) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ مسعود (پاکپتن) حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ (دہلی) حضرت سید گیسو دراز بندہ نواز غریب نوازؒ (گلبرگہ) شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ (دہلی) حضرت خواجہ فخر الدین فخرِ جہاںؒ (دہلی) حضرت خواجہ نور محمد (مہار شریف) حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ (تونسہ شریف) حضرت شیخ منتخب الدین زر زری نور بخشؒ (دولت آباد) حضرت برہان الدین غریبؒ (دولت آباد) حضرت زین الدینؒ (خلد آباد) برصغیر ہند و پاک کے مختلف دور دراز کے مقامات میں مدفون ہیں۔ اور انھوں نے اِن علاقوں میں ارشاد و تبلیغ اسلام کے فرائض سر انجام دیے۔ نیز ان سے آگے کئی چھوٹے چھوٹے سلسلہ نظامیہ، صابریہ، فخریہ بھی چلے۔ لیکن سرزمینِ مقدس لاہور میں ان کے مقام کا کوئی بزرگ آسودہ نہ ہو سکا۔ مگر اس کے باوجود ان اولیائے کرام کے خلفا نے متواتر سینکڑوں سال سے اس جگہ بھی اس شمعِ محمدیؐ کو جلائے رکھا اور بجھنے نہیں دیا۔ چونکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے نامور خلفا نے یہاں چلائی تھی۔ اور وقتاً فوقتاً یہاں حاضری دیتے رہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہو گا کہ اس عظیم الشان سلسلہ کے تقریباً تمام بڑے بڑے اکابر یہاں تشریف لائے اور فیوض و برکات سے لوگوں کو نوازا۔

اولیائے چشت کے لیے لاہور کی کشش

جس طرح صدیوں تک صوفیائے نقشبند بخارا اور مضافاتِ بخارا میں رشد و ہدایت کی تلقین کرتے رہے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں خلقِ خدا ان کے فیوضاتِ ظاہری و باطنی سے مستفید ہوتی رہی۔ اسی طرح سرزمین چشت میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے رہنما پانچ چھ پشت تک اس کارِ خیر میں مصروف رہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی۔ کہ حضرت خواجہ ممشاد علوؒ دینوری نے اپنے مرید حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کو بغداد شریف میں فرمایا تھا کہ سرزمینِ چشت میں ہدایت تمہاری وجہ سے ہوگی اور تا قیامت قصبہ چشت کا نام روشن رہے گا۔ لہذا آج سے تم چشتی ہو۔ چنانچہ آپ قصبہ چشت میں تشریف لائے۔ لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا اور وہاں کے سلطان کے بیٹے خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کو اپنا مرید بنایا۔ اور پھر پانچ چھ پشت تک "چشت"

ہی دنیائے چشت کی راہنمائی کے فرائض سر انجام دیتا رہا۔ جب چشتی مشعل وہاں سے نکلی، اور اطراف و اکناف عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کرنے لگی۔ تو ہندوستان کی قسمت میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین حسن، چشتی اجمیریؒ آئے۔ جو سب سے پہلے سرزمین پاک لاہور میں تشریف لائے۔ اور یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ کیونکہ یہاں کے بزرگ دنیا کے عظیم ترین اولیاء میں شمار ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی، کہ ہر چشتی نے لاہور آنا باعث فخر خیال کیا۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ چشتیہ سلسلہ کے عظیم الشان ستون جتنے بھی پاکستان و ہندوستان میں آئے یا ہوئے۔ وہ لاہور میں محوِ خوابِ ابدی نہ ہو سکے۔ مگر اس کے باوجود انھوں نے لاہور کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ اور یہاں کے لوگوں کو اپنے فیضان سے بہرہ ور کیا۔

حضرت عثمان ہارونی چشتی

سید صباح الدین عبد الرحمٰن علیگ اپنی کتاب "بزمِ مملوکیہ" صفحہ ۲ پر رقمطراز ہیں کہ اگر ہم "گنج الاسرار" کو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تصنیف تسلیم کر لیں تو پھر اس کی روایت کے مطابق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عثمان[1] ہارونیؒ نے ۱۲۱۶ء میں بعہدِ سلطان شمس الدین التمش جب دہلی میں نزولِ اجلال فرمایا تو سلطان التمش نے نسبتِ اعلیٰ حاصل کرنے کے لیے ان سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ عثمانؒ نے اس کو "طالبِ صادق" اور "انسانِ کامل" پایا۔ اور اس کو کلاہِ ارادت عطا فرمائی۔

زمانۂ قدیم میں جو اولیائے عظام اور صوفیائے کرام ایران، افغانستان اور ترکستان سے ہندوستان آتے تھے وہ براستہ لاہور دارالسلطنت دہلی کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ اور پھر سارے ہندوستان میں پھیل جاتے تھے۔ اس لیے اگر یہ بات ہم تسلیم کر لیں کہ حضرت خواجہ عثمانؒ دہلی تشریف لے گئے تھے تو آپ ضرور براستہ لاہور گئے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ جب دہلی گئے تھے تو لاہور میں ایک مدت رہ کر گئے تھے۔ مگر اس امر کا کوئی تاریخی ثبوت میسر ہے کہ آپ نے لاہور [illegible] ہیں۔

نوٹ: شجرہ سلسلہ عالیہ چشتیہ حضرت عثمان ہارونیؒ تک نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[1] آپ موضع ہارون نزد نیشاپور ۵۱۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ کیفیت [illegible] جیسے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳)

اقامت اختیار کی۔ اور آپ کے قدوم میمنت لزوم سے لاہور نوازا گیا۔
لاہور اس زمانہ میں علوم دین کا گہوارہ تھا۔ اور ہر شخص لاہور کی طرف آتا
تھا۔ اس حساب سے چشتی سلسلہ میں آپ پہلے بزرگ ہوں گے جن کے دُرود سے

(بقیہ حاشیہ صہ ۳۴) الی النورینی۔ آنجناب امام العصر اور اشراف الاقطاب
میں سے تھے۔ خرقۂ خلافت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ سے حاصل کیا۔
تمام عمر ریاضت اور مجاہدہ میں بسر کی۔ سات سال کی عمر میں حافظِ قرآن ہوئے
ہر روز ایک قرآنِ پاک ختم فرماتے۔ آپ سماع کا ذوق نہیں رکھتے تھے۔ زیادہ تر
اپنے قصبہ میں ہی اشاعت اسلام میں مصروف رہتے۔ دُور دراز کے ملکوں سے
طالبانِ حق آپ کے دربارِ عالی وقار میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوتے۔ بیشمار
حج کیے۔ اور عالم اسلام کے تمام بلاد کی سیر کی۔ اور بے شمار ہمعصر اولیاء علماء سے ملاقات
کی۔ جب بدخشاں تشریف لے گئے تو جنیدیہ فرقہ کے ایک بزرگ سے ملاقات
کی۔ بخارا کے بزرگوں سے مستفید ہوئے۔ اور دس سال تک متواتر سیر و سیاحت
کرتے رہے۔ بعد ازاں بغداد میں گوشہ نشین ہو گئے۔ کافی مدت گوشہ نشین رہنے
کے بعد پھر حج کے لیے چلے گئے۔ اور وفات مکہ معظمہ میں ہی ۱۲۲۰ء میں ہوئی۔
اور وہیں دفن ہوئے۔

"مضامینِ ذوقی میں" تحریر ہے کہ آپ کا مزار پُرانوار حرم شریف کے متصل
شریف مکہ کے مکان کے سامنے زیارت گاہِ خلائق ہے۔ بوقت وفات آپ نے
حضرت معین الدین چشتیؒ کو عصا۔ خرقہ۔ لکڑی کی پاپوش یعنی کھڑاویں اور مصلّٰی
مرحمت فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ تمام چیزیں ہمارے پیروں کی یادگار ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صہ ۳۵)

لاہور نوازا گیا۔ حکیم محمد قاسم فرشتہ مصنف تاریخ فرشتہ "تاریخ حاجی محمد قندھاری" کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ شیخ عثمان ہارونی شمس الدین التمش کے عہد میں، دہلی تشریف لائے تھے ان دنوں حضرت خواجہ اجمیریؒ دہلی میں نہیں بلکہ اجمیر میں اقامت گزیں تھے۔ اس صورت میں معلوم نہیں ہوتا کہ دونوں بزرگوں کی باہم ملاقات ہوئی تھی یا نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں، ہم نے تجھے دیں۔ مناسب ہے کہ جیسا ہم نے ان چیزوں کو رکھا ہے ویسا ہی تو بھی رکھے۔ اور جس شخص کو تو مرد خدا معلوم کرے یہ یادگار اس کو دے دے۔ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے۔

آپ کے ملفوظات "انیس الارواح" کے نام سے مشہور ہیں، جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے جمع کیے ہیں۔ یہ کتاب اٹھائیس مجلسوں پر مشتمل ہے۔ "تجدید تصوف و سلوک" مصنفہ مولانا عبد الباری ندوی میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان ہارونیؒ نے فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" کا نسخہ خود اپنے ہاتھ سے نقل فرمایا تھا۔ آپ کے خلفاء میں سے خواجہ خواجگان معین الحقؒ والشرع، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ نجم الدین صغری شیخ الاسلام دہلی، شیخ سعدی لنگوہی اور خواجہ محمد ترک نارنولی دراجپوتانہ میں ایک قصبہ ہے) نامور ہوئے۔

مضامین ذوقی (سید محمد ذوقی شاہ) میں تحریر ہے کہ آپ نے ۹۱ سال عمر پائی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کی بھی زیارت کی تھی۔ تجرید و تفرید کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ بکثرت سماع سنتے تھے۔ علوم طریقت و شریعت میں امام العصر تھے۔

حضرت معین الدین چشتی اجمیری

تذکرہ مشائخ کرام مصنفہ حکیم محمد قاسم فرشتہ میں لکھا ہے کہ شمس العارفین عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابوالمؤید کے پیر تھے، ان سے ملاقات کرنے کے لاہور میں وارد ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین والملت ہندوستان میں تشریف لانے والے چشتی اولیاء عظام میں سب سے پہلے شخص تھے۔ جنھوں نے لاہور تشریف لا کر یہاں کافی عرصہ قیام فرمایا۔ یہاں آکر آپ نے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش کے مزار پر چلہ کشی کی۔ آپ تقریباً ۵۸۱ھ کے لگ بھگ لاہور تشریف لائے تھے، مزار عالیہ پر معتکف بھی ہوئے۔ اعتکاف کی مدت تقریباً چھ ماہ بتلائی جاتی ہے۔ آپ کی ملاقات یہاں کے سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت داتا صاحب کے شیخ ہندی کے صاحبزادہ شیخ لطفی دشیخ لطف اللہ، سے بھی ہوئی۔ جن سے آپ نے فیوض و برکات حاصل کیے۔ کہا جاتا ہے کہ جب کافی عرصہ مجاہدہ و مکاشفہ کرنے کے بعد بھی آپ کی طرف حضرت داتا صاحب کی نظر نہ ہوئی، تو مایوس ہو کر آپ آستانہ عالیہ سے باہر چلے گئے۔ جہاں راستے میں آپ کی باطنی ملاقات حضرت داتا صاحب سے ہوئی۔ جس پر فی البدیہہ آپ نے فرمایا:۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما!

مزارِ اقدس پر واپس تشریف لائے اور کچھ عرصہ مقیم رہے۔ درج ذیل قطعہ تاریخِ وفات بھی حضرت خواجہ صاحبؒ سے منسوب ہے۔

زیں روضہ کہ پائیش شدہ فیض است
مخدوم علی راست کہ با حق پیوست
در ہستی ہست نیست نیستی یافت
زاں سالِ وصالش افضل آمد از "نیست"

موجودہ وقت میں حضرت خواجہ بزرگ کی تین یادگاہیں لاہور میں موجود ہیں۔ پہلی آپ کا حجرۂ اعتکاف جو سید علی ہجویریؒ کے مزار کے پائینی کی طرف ہے۔ اور مسجد کے بالمقابل دو گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حجرہ کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ جس کا گنبد شہنشاہِ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ سنگِ مرمر کے پتھر پر اس چھوٹے دروازے پر یہ عبارت کندہ ہے۔ "حجرۂ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمت"۔ حجرہ کے اندر سیاہ اور سفید پتھر کا خوبصورت فرش ہے جس کو خان بہادر میاں محمد بخش مرحوم ٹھیکیدار نے لگوایا تھا۔

دوسرا حجرۂ اعتکاف حضرت شاہ حسین زنجانیؒ کے مزار پر انوار پر ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جس دن حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمت اپنے پیر و مرشد کے حکم سے لاہور تشریف لائے

تھے تو ان کا انتقال ہوچکا تھا۔ اور حضرت علی ہجویریؒ نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی تھی۔ مگر محققین اس روایت کی تردید کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بزرگ حضرت داتا صاحبؒ کے بہت بعد کے ہیں۔ حضرت حسین زنجانیؒ کا مزار چاہ میراں لاہور میں واقع ہے۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے شاہ یعقوبؒ صدر دیوان کے مزار پر جو ہسپتال روڈ پر لیڈی ایچیسن ہسپتال اور سرائے رتن چند کے درمیان واقع ہے بھی اعتکاف کیا تھا۔

آنجناب چشت میں بھی اپنے پیران عظامؒ کے مزارات پر حاضر

لہ حکیم محمد قاسم فرشتہ مصنف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ چشت ایک قصبہ ہے جو کہ ہرات کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے۔ تاریخ مشائخ چشت مصنف خلیق احمد نظامی میں تحریر ہے کہ چشت خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے شجرۃ الانوار مصنفہ مولانا رحیم بخش خلیفہ حضرت فخرالدینؒ دہلوی میں لکھا ہے کہ چشت نام کے دو مقام ہیں۔ پہلا خراسان میں ہرات کے قریب واقع ہے۔ دوسرا ہندوستان میں اُوچ شریف اور ملتان کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ زیر بحث چشت ہے خواجگان چشت کی وجہ سے مرکز انوار تھا خراسان والا چشت ہے۔ جہاں حضرت قدوۃ الدین خواجہ ابواحمدؒ ابدال، حضرت خواجہ ناصح الدینؒ ابو محمدؒ چشتی۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسفؒ چشتی اور حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے مزارات عالی وقار ہیں۔ اور یہ فخر قصبہ چشت کو حاصل ہے۔ کہ وہاں دودمان چشتیہ کی روحانی حکومت ۷۴۳ھ سے ۱۱۴۲ تک رہی (بقیہ حاشیہ ص۳۹)

ہوئے تھے۔ مرشدی سلسلہ دخزینۃ الاصفیاء صفحہ ۲۶۶-۲۶۰۔ سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱۷) حضرت علی المرتضیٰ تک پہنچتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) سب سے پہلے حضرت ابواسحاق شامیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ممشاد علیؒ دینوری کے حکم کے مطابق قصبہ چشت میں تشریف لائے تھے۔ خواجہؒ دینوری نے فرمایا تھا کہ سرزمین چشت میں جاکر رشد و ہدایت کی تلقین کرو۔ اور جو آپ کی ارادت مندی میں داخل ہوگا چشتی کے نام سے ممتاز ہوگا۔ چنانچہ جب آپ چشت آئے تو آپ نے ایک زبردست روحانی نظام قائم کیا۔ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہ بات حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ نے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ موجودہ وقت میں چشت کا قصبہ افغانستان کے ضلع ہرات میں واقع ہے۔

۲ھ :- آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔ لقب مرتضیٰ اور اسم گرامی علیؓ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ابوطالب بن عبدالمطلب ہے۔ ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی آپ چوتھے خلیفہ ہیں۔ طریقت میں اولیاء اللہ کے تمام سلسلے آپ کی ذات اقدس تک پہنچتے ہیں۔ آپ کی ولادت حرم کعبہ کے اندر واقع ہوئی۔ آپ لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل آپ کی ہلب سے دنیا میں باقی ہے۔ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا، اسداللہ الغالب علی المرتضیٰ کے منہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؓ دوست ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰)

حضرتِ خواجہ غریب نوازؒ سجز میں جو نواحِ غور علاقہ خراسان میں واقع ہے - ۱۱۴۲ء میں پیدا ہوئے - آپ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی سید غیاث الدین حسن تھا - اور والدہ ماجدہ بی بی ماہِ نور کے نام سے موسوم تھی - آپ کے والدین بڑے صاحبِ ثروت بزرگ تھے - پندرہ سال کی عمر میں آپ کے والد انتقال کر گئے - تو باپ کی تمام دولت کے مالک آپ ہی ہوئے - جس میں ایک باغ بھی تھا - ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ ابراہیم قندوزی آپ کے باغ میں آئے - آپ نے سب کام کاج چھوڑ کر ان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - باغ سے پھل لا کر پیش کیا - تو انھوں نے آپ کی طرف توجہ فرمائی - جس سے آپ کا قلب نورِ باطنی سے شعلہ نور بن گیا - آپ نے تمام جائیداد بمعہ باغ بیچکر اللہ کی راہ میں دے دیا - اور خود سجز سے نکل کھڑے ہوئے، سمرقند پہنچے وہاں مولانا حسام الدین بخاری سے علومِ ظاہری حاصل کیے پھر مرشد کامل کی تلاش میں ہارون مضافات سجستان پہنچے - وہاں حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے - احادیث پاک میں آپ کی بے شمار صفات درج ہیں - آنجناب نے چار بزرگوں کو خلیفہ مقرر فرمایا :- (۱) حضرت امام حسنؓ (۲) حضرت امام حسینؓ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (۴) حضرت خواجہ کمیل بن زیادؒ یہ چار پیر کہلاتے ہیں - انھی سے ہی آگے چودہ خانوادے شمار ہوتے ہیں -

طبقات الکبریٰ مصنفہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی میں لکھا ہے کہ آپ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱)

خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ زیارت مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے بعد بغداد آئے۔ اور محبوب سبحانی غوث صمدانی سید عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور فیوض باطنی حاصل کیے۔ وہاں سے شیخ المشائخ حضرت شہاب الدینؒ عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض و برکات حاصل کیے۔ پھر حضرت ضیاء الدین نجیب سہروردیؒ کے پاس آئے۔ اور روحانیت میں کمال حاصل کر لیا۔ بغداد سے ہمدان آئے اور حضرت شیخ ابو یوسف ہمدانی کے پاس چند دن قیام فرمایا۔ یہاں سے تبریز آئے۔ اور مولانا جلال الدین رومیؒ کے پیر حضرت ابی سعیدؒ سے ملے۔ تبریز سے بخارا آئے۔ اور مشہور و معروف مشائخ سے ملاقات کی۔ بخارا سے اصفہان روانہ ہوئے۔ اور حضرت شیخ محمود اصفہانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن کے پاس آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مل گئے۔ یہاں سے سینہ آئے۔ اور حضرت

(بقیہ حاشیہ ص۴۰) بیس صاحبزادے تھے۔ جن میں سے پانچ کی نسلیں چلیں۔ حضرت حسنؓ، حسینؓ۔ محمد بن الحنفیہؒ۔ عمرؓ۔ عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کا مزار پر انوار نجف اشرف میں ہے۔ وصال ۴۰ ھ مطابق ۶۶۱ء میں بعمر ۶۳ سال ہوا۔ ملا عبد الغفور لاری نے لکھا ہے کہ آنجناب بلخ میں مدفون ہیں۔ یہ افسانہ ادعیہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ تاریخ افغانستان میں لکھا ہے کہ آپ کا مزار پر انوار "مزار شریف" میں واقع ہے۔ جو بلخ سے بارہ میل دور ہے۔ اور افغانستان کا ایک قصبہ ہے مگر یہ بھی بلا تحقیق ہے۔

شیخ ابو سعید ابوالخیر کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔ مہنہ سے خرقان پہنچے۔ اور مزار حضرت ابوالحسن خرقانی کی زیارت کی۔ خرقان سے استرآباد پہنچے۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین استرآبادی کی خدمت میں چند یوم رہے۔ استرآباد سے ہرات پہنچے۔ اور شیخ الاسلام امام عبداللہ انصاری کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ ہرات سے سبزوار آئے۔ وہاں کے حاکم مرزا احمد یادگار نے آپ کی بزرگی اور تقدس سے بڑا اثر لیا۔ سبزوار سے آپ حصار شادمان پہنچے۔ جہاں سے بلخ چلے گئے۔ اور وہاں سے حضرت شیخ احمد خضرویہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ بلخ سے غزنی چلے آئے۔ اور حضرت شیخ عبدالواحد سے ملاقات کی۔ غزنی سے سیدھے لاہور پہنچے۔ اور یہاں حضرت علی ہجویری، حضرت حسین زنجانی اور حضرت شاہ یعقوب صدر دیوان زنجانی کے مزارات پر چلہ کشی کرکے جانب اجمیر براستہ دہلی روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں چوہان خاندان کا مشہور راجہ پرتھوی راج دہلی اور اجمیر کا حکمران تھا۔ اور اس زمانہ میں سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان پہ حملہ کرکے پرتھوی راج کو شکست دیکر ہندوستان کی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔

۱۲۳۶ء میں آپ نے اجمیر میں وصال فرمایا۔ خواجہ حسین ناگوری نے غیاث الدین بلبن کے عہد میں روضہ بنوایا۔ مزار بیش قیمت سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ درگاہ کے تین حصے ہیں :-

پہلے احاطہ میں نقار خانہ عثمانی - نقار خانہ شاہ جہانی، اور اکبری مسجد واقع ہے۔

دوسرے احاطے میں بلند دروازہ - محفل خانہ، حوض شاہی وغیرہ ہیں۔

تیسرے احاطہ میں مسجد صندل خانہ - بہشتی دروازہ - جامع مسجد شاہ جہانی - لنگر خانہ، حجرہ بابا فرید شکر گنج ؒ ہیں۔

ہندوستان کے شاہنشاہ اس مزار پر حاضری دینا فخر خیال کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ

شیخ صدر الدین کرمانی - شیخ مسعودؒ غازی

بی بی حافظ جمال - شیخ حمید الدین ناگوری

شیخ وجیہہ الدینؒ - شیخ محمد ترک نارنولی

شیخ علی سنجریؒ - خواجہ یادگار سبزواریؒ

خواجہ عبداللہ بیابانی - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ نے دو شادیاں کیں - پہلی سید وجیہہ الدین مشہدی حاکم اجمیر کی صاحبزادی عصمت اللہؒ بی بی سے، جس سے آپ کے تین صاحبزادے خواجہ حسام الدینؒ - خواجہ فخر الدینؒ اور خواجہ ابوسعیدؒ پیدا ہوئے۔ دوسری شادی ایک راجہ کی بیٹی بی بی امۃ اللہؒ سے ہوئی، جس کے بطن سے حضرت بی بی حافظ جمالؒ پیدا ہوئیں۔ حضرت خواجہؒ کا وصال ۹۶ سال

کی عمر میں ہوا تھا۔ ۸۹ سال کی عمر میں آپ نے پہلی شادی کی تھی۔ خواجہ غریب نوازؒ نکاح کی سنت ادا کرنے کے سات سال بعد تک زندہ رہے تھے۔

آپ کے ملفوظات کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مرتّب فرمایا۔ جس کا نام "دلیل العارفین" ہے، جس میں لکھا ہے کہ:۔

وفات کے وقت آپؒ نے حضرت بختیارؒ کاکی کو بلایا۔ اور فرمایا کہ نزدیک آؤ۔۔۔۔۔ جب نزدیک گئے تو دستار و کلاہ آپ کے سر پر رکھی۔ شیخ عثمان ہارونیؒ کا عصا عنایت فرمایا۔ اور زرہ بھی پہنائی۔ قرآن شریف اور مصلّا بھی دیا اور فرمایا کہ "یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے خواجگانِ چشت کو بطور امانت ملی ہیں۔ جس طرح ہم نے تجھے عطا کی ہیں اس طرح تم بھی حقدار کو عطا کرنا۔ تاکہ یہ سلسلہ دائم و قائم رہے۔

نوٹ:۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ کے تحقیقی اور تفصیلی حالات کے لیے "سوانح خواجہ معین الدین چشتیؒ" مصنفہ مولانا وحید احمد مسعود مطبوعہ کراچی ملاحظہ کرنی چاہیئے۔

خواجہ حسن بصریؒ

آپ کی کنیت ابو سعید اور ابو محمد اور پیشہ جواہر فروشی۔ آپ جلیل القدر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ دوم اور ایک سو تیس دیگر صحابہ کرامؓ سے ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی کنیزوں میں سے تھی۔ تذکرۃ الاولیا فریدالدین عطارؒ میں لکھا ہے کہ بوقت ولادت جب آپ حضرت عمرؓ خطاب کی خدمت میں پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ان کا نام حسن رکھو۔ نیز حضرت ام سلمہؓ آپ کی پرورش نہایت اہتمام سے کرتی تھیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت امام حسنؓ آپ سے بہت مانوس تھے۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے تھے۔ جن کا نام موسیٰ راعی تھا۔ جو حضرت خواجہ اویسؒ قرنی کے بیٹے تھے۔ آپ کے خلفاء میں پانچ آدمی بہت مشہور ہیں:-

۱۔ حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (۲) حضرت ابن زرینؒ

۳۔ حضرت حبیب عجمیؒ (۴) حضرت عتبہ بن علامؒ

۵۔ حضرت شیخ محمد واسعؒ

حضرت رابعہ بصری نے بھی آپ سے ہی فیض پایا ہے "ہفت اقطابیہ" مصنفہ علامہ جہانیاں ضعیفی میں لکھتا ہے کہ آنجناب کی ولادت ۶۴۲ء ۲۱ھ

میں بزمانہ حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

عادت شریفہ تھی کہ ہفتہ میں ایک عام وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ساری رات وظائف اور اوراد میں مصروف رہتے تھے۔ اور کوئی لمحہ بھی گریہ وزاری سے خالی نہ رہتا تھا۔

شہزادہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ۸۹ سال کی عمر میں ۵۔ رجب المرجب ۱۱۰ھ مطابق ۷۲۸ء فوت ہوئے۔ مزار قدیم بصرہ میں آج تک مرجع خلائق ہے۔ اس وقت اموی بادشاہ ہشام برسر اقتدار تھا۔ مزار پر بشکل مینار گنبد بنا ہوا ہے۔ اور گرد قبرستان ہے۔ پہلے اس قبرستان کے اردگرد کوئی دیوار نہ تھی۔ مگر جب پنجاب کی فوج انگریزوں نے یہاں لاکے رکھی تھی، تو مسلمان سپاہیوں نے اس وسیع قبرستان کے چاروں طرف موجودہ دیوار تعمیر کرائی تھی۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ

آپ کا آبائی وطن بصرہ ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید اور حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہ کے شاگرد رشید تھے۔ پیدائش مدینہ منورہ کی ہے۔ کنیت ابوالفضل تھی۔ علوم دینی میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے شاگرد ہیں۔ آنجناب نے اجازت کمیل بن زیادؒ سے بھی پائی ہے۔ مرید ہونے سے قبل آپ نے چالیس سال تک مجاہدات کی سختی برداشت کی۔ اور جب مرید ہوئے۔ تو اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دیا۔ صوفیاء کرام میں آپ کا شمار نہایت اعلیٰ مقام پر ہے۔

دائم الصوم تھے۔ چار پانچ دن کے بعد تین لقمے کھانا کھاتے تھے۔ سماع سنتے تھے۔ اور بکثرت گریہ وزاری کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ درویش کو چاہیے کہ درہم و دینار کو ہاتھ نہ لگائے۔

خلفاء میں حضرت فضیل بن عیاضؒ۔ خواجہ ابوالفضل بن زرینؒ اور خواجہ ابویعقوبؒ مشہور و معروف ہیں۔

آنجناب کی وفات ۱۷۷ھ مطابق ۷۹۳ء میں بعہدِ عباسیہ ہوئی۔ مزار بصرہ میں ہے۔ آپ کا مادہ تاریخ "امام عبدالواحد" ہے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ

کنیت ابو علی ہے۔ سمرقند میں ولادت ہوئی اور ماوراء النہر میں پرورش پائی۔ آپ حضرت عبد الواحدؒ بن زید کے مرید اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نعمانی کے شاگرد رشید ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ۔ حضرت خواجہ بشر حافیؒ۔ حضرت سلیمان ثوریؒ اور حضرت داؤد طائیؒ آپ کے معاصرین میں سے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطارؒ میں لکھا ہے کہ آپ زہد و ورع میں بے مثل تھے۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ کشف المحجوب مصنفہ سید علی ہجویریؒ میں لکھا ہے کہ آپ کبار تبع تابعین میں سے تھے۔ ابتدائی عمر میں ٹھگی اور رہزنی کیا کرتے تھے۔ مگر جب توبہ کی۔ تو اولیاء کرام میں سے شمار کیے جانے لگے۔ آخری عمر میں مکہ مکرمہ میں معتکف ہوئے تھے۔ عین الولایت میں لکھا ہے کہ جب آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے راستے میں سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے تو بہت روئے۔ اور ان کے خلیفہ حضرت خواجہ عبد الواحدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر خلافت حاصل کی۔

آنجناب صائم الدہر تھے۔ روزانہ پانچ سو رکعت اور قرآن مجید ختم فرماتے اور جس روز فاقہ ہوتا شکرانہ کے سو نوافل پڑھتے۔

خلفاء میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، شیخ محمد شیرازیؒ، خواجہ بشر حافیؒ، خواجہ عبداللہؒ، شیخ ابی رجا عطارؒ کے نام نامی قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے ماہ محرم ۱۸۷ھ مطابق ۸۰۳ء میں وفات پائی۔ مزار اقدس مکہ مکرمہ کے مزارات معلّٰی میں ہے۔ آپ کے مزار کے قریب حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کا مزار ہے۔ مادہ وفات "قطب جہان" ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ بلخی

آپ کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ والد گرامی کا نام سلطان ادہم بن سلیمان بن منصورؒ بلخی ہے۔ بلخ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جوانی میں توبہ کی۔ سلطنت کو خیرباد کہا۔ اور تمام اسلامی دنیا میں سیر و سیاحت کی۔ لیکن عمر کا زیادہ حصہ شام میں گزارا۔ اپنے زمانہ کے جلیل القدر مشائخ طریقت سے فیض حاصل کیا۔ ۷۷ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے مرید تھے۔ تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطارؒ میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ آپ کو تمام علماء کے علم کی کنجی کہا کرتے تھے۔ آپ حضرت امام اعظمؒ کی اکثر مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ آپ خضرؑ پیغمبر کے مرید تھے۔ اور حضرت امام اعظمؒ کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کیا تھا۔ آپ سلسلہ ادھمیہ کے مؤسس و بانی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۶۰ھ اور ۱۶۶ھ کے درمیان یونانیوں سے ایک بحری جنگ کے درمیان شہادت پائی۔ اور روم میں قلعہ سوکن میں دفن ہوئے جو کہ غلط ہے۔

نفحات الانس مصنفہ مولانا عبدالرحمن جامیؒ میں آپ کی تاریخ ۱۶۱ھ ۱۶۲ھ اور ۱۶۶ھ لکھی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں بھی یہی تحریر ہے۔

حاشیہ از صفحہ ۵۰

آپ کا وصال ۱۶ ۔ جمادی الاوّل ۲۶۲ھ مطابق ۸۷۵ء بعہدِ الیٰ عبید اللہ عباسی ہوئے ۔ مزار قبر" ملک شام میں ہے ۔ جہاں حضرت لوط علیہ السّلام کا موجودہ حالت میں بیت المقدس سے باہر ایک پہاڑی پر قبرستان ہے اور اسی قبرستان کے ایک غار میں حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ کا مزار ہے مزار شریف ایک مکان میں ہے ۔ مزار شریف کی مجاور بھی وہاں رہتی ہے ۔

حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ

لقب سدید الدین تھا۔ شام میں مرعش (نزد دمشق) ایک شہر ہے۔ جس کے باشندے تھے۔ آپ کا شمار اولیاء عظام میں ہوتا ہے۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ آپ کا اصل نام بدر الدین تھا۔ اور حضرت بلخیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ نے حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کو بھی دیکھا ہے۔ ہر سال زیارت روضۂ مطہرہ آنحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ بھی سیر و سیاحت کی ہے۔ ساتوں قراءت کے عالم تھے۔ اور دن رات میں دو کلام پاک ختم کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بدکاروں کے ہدایا قبول نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تم ان کے افعال سے راضی ہو۔

وفات ۱۴ شوال ۲۰۱ھ مطابق ۸۲۲ء میں ہوئی۔ کتب تواریخ سے آپ کے مزار عالی کا پتہ نہیں چل سکا۔

حضرت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ

بصرہ میں ولادت ہوئی۔ اکابر اولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ کے مرید تھے۔ سلوک و معرفت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ لقب امین الدین تھا۔ آپ خود اور ان کے مرید ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔ سترہ برس میں تمام علوم ظاہری و باطنی حاصل کر لیے۔ ہر روز دو قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ امرا اور اغنیاء کے پاس نہ جاتے تھے۔ اور نہ ہی ان کے گھروں کا کھانا تناول فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ان لوگوں کا کھانا دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ فقیر اور اہل اللہ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے ہفت اقطاب میں لکھا ہے کہ آنجناب نے سترہ برس کی عمر میں حفظ قرآن اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر لی تھی۔

وفات ۱۸ شوال ۲۸۷ھ مطابق ۹۰۰ء ہے۔ بصرہ میں مدفون ہیں۔ عمر مبارک ۱۲۰ سال ہوئی۔

حاشیہ از صفحہ ۵۳

حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ

حضرت ہبیرۃ البصریؒ کے مریدان خاص میں سے تھے۔ لقب کریم الدین تھا۔ آپ کا شمار اس زمانہ کے مشائخ کبار میں ہوتا تھا۔ فرلپیین کے گردونواح میں بلاد بنل میں سے ایک شہر کا نام دینور ہے جو کہ ایک پہاڑی مقام ہے، جہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے مریدین میں سے اور حضرت رویم نوریؒ کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ کی نشوونما بغداد میں ہوئی۔ امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر جب عشق الٰہی کی ضیا دل میں پھوٹی تو تمام مال و منال راہِ خدا میں لٹا کر حضرت خواجہ بصریؒ کے مرید ہو گئے۔ اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو سلسلہ قادریہ میں حضرت جنید بغدادیؒ سے بھی خرقہ خلافت ملا تھا۔ خواجہ فریدالدینؒ عطارؒ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ عموماً اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے تھے۔ جب خواجہ ابو اسحاق شامیؒ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ سرزمین چشت کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوں گے۔ اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت مندی میں داخل ہو گا تا قیامت چشتی کہلائے گا۔ آپ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس پر ناز کرتے تھے۔ سماع بہت سنتے تھے۔ اور پیران طریقت کے عرسوں کی مجالس کراتے تھے۔ جس میں سب کو کھانا

حاشیہ از صفحہ ۵۴

دیا جاتا۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع (قوالی) کی اجازت حاصل کی تھی۔

نفحات الانس کے مطابق آپ کی وفات ۲۹۸ھ مطابق ۹۱۰ء میں ہوئی۔ اور دینور میں دفن ہوئے۔ علامہ عبدالوہاب الشعرانی نے طبقات الکبریٰ میں آپ کی تاریخِ وفات ۲۹۷ھ لکھی ہے۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ

آپ اپنے زمانہ میں قطبِ وقت تھے۔ اور حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ جو ان دنوں بغداد میں مقیم تھے۔ مالوفہ علاقہ شام میں آپ کی ولادت ہوئی۔ لقب شرف الدین ہے۔ آپ چشت میں گئے، اور وہاں حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کو اپنا مرید کیا۔ چشتیہ خاندان کا سلسلہ یہاں سے ہی شروع ہوا۔ آنجناب نے بغداد شریف میں حضرت خواجہ دینوریؒ سے بیعت کی تھی۔ اس وقت آپ کے پیر و مرشد حضرت ممشاد علیؒ دینوری نے فرمایا تھا کہ آج سے تم چشتی ہو۔ کیونکہ سرزمین چشت آپ سے ہدایت پائے گی۔ اور تا قیامت چشت کا نام روشن رہے گا۔

لکھا ہے کہ آپ سماع بہت سنتے تھے۔ اور دورانِ سماع فیوض و انوار کا نزول ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بغداد میں بارش نہ ہوئی۔ خلیفہ نے آپ سے

درخواست کی۔ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ نزول باری ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجلس سماع منعقد ہو۔ خلیفہ اس میں موجود نہ ہو۔ تب بارش ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وفات ۳۵۵ھ مطابق ۹۶۵ء عکہ (شام) میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ "ہفت اقطاب" میں آپ کی تاریخ وفات ۱۴۔ ربیع الثانی ۳۲۰ھ مطابق ۹۳۲ء درج ہے۔

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ

آپ سلطان فرسنافہ کے صاحبزادے تھے۔ اور حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کے مرید تھے۔ روایات میں ہے کہ جب حضرت شامیؒ چشت میں آئے تو خواجہ صاحبؒ نے آپ کے دست حق پرست پر بیس سال کی عمر میں بیعت کی۔ ولادت ۲۶۰ھ مطابق ۸۷۳ء میں ہوئی۔ بہ زمانہ خلیفہ معتصم باللہ کا تھا۔ لقب آنجناب کا قدوۃ الدین تھا۔ نہایت حسین و جمیل تھے۔ آپ زاہد اور عابد تھے۔ شجرہ نسب اس طرح ہے۔ سید احمد ابدال ابن سید فرسنافہ بن سید ابراہیم بن یحییٰ بن سید حسن بن سید محمد المعالی بن سید ناصر الدین بن سید عبداللہ بن امام حسن مثنیٰ ابن امام المسلمین سید المتقین حضرت امام حسن بن امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

بیس برس کی عمر میں حضرت ابواسحاق شامیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مجاہدات و ریاضیات میں آپ نے سخت کوشش اختیار کی۔ روزہ رکھتے۔ تو سات روز کے بعد افطار کرتے اور سات ہی دن کے بعد وضو کرتے۔ اس کے علاوہ تین لقموں سے زائد نہ کھاتے۔ سبحان اللہ! ایسے بھی دنیا میں انسان تھے۔ جو خدا اور اس کے رسول کی تابعداری میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر کرتے تھے۔ نفحات الانس مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے مطابق۔

آنجناب کا وصال چشت میں ۱۰ جمادی الآخر ۳۵۵ھ بمطابق ۹۶۶ء ہوا۔ مزار عالیہ چشت میں ہے۔ عمر مبارک ۹۵ سال ہوئی۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی

آپ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ تکمیل علم اپنے والد بزرگوار سے کی۔ ولادت چشت میں ہوئی۔ بڑے زاہد اور متقی تھے۔ دنیا اور دنیا داروں سے بہت بچتے تھے۔ اس قدر عبادت گزار تھے کہ برسوں تک پہلو زمین سے نہ لگایا۔ لقب ناصح الدین تھا ولادت با سعادت ۳۳۱ھ مطابق ۹۴۲ء میں ہوئی۔ چار برس کی عمر سے نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔ سات برس کی عمر میں خلوت اختیار کی۔ چوبیس برس کی عمر میں سجادہ نشینی اختیار کی۔ بارہ برس حجرۂ عبادت میں مشغول رہے۔ "عین الولایت" میں تحریر ہے۔ کہ آپ ستر سال کی عمر میں سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر سومنات گئے تھے۔

مزار پر انوار چشت میں ہے۔ وفات رجب المرجب ۴۱۱ھ مطابق ۱۰۲۰ء بعمر ۹۵ سال ہوئی۔

حاشیہ از صفحہ ۵۸

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی

ناصر الدین لقب ہے۔ حضرت خواجہ محمد بن خواجہ ابو احمد چشتی کے ابن عم مرید اور فیض یافتہ ہیں۔ ولادت چشت میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام سمعان تھا۔ جو علاقہ شام کے رہنے والے تھے۔ حضرت خواجہ محمدؒ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ان سے ان کو شام سے منگوا کر کیا تھا۔ جو کہ زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاریؒ جب چشت گئے تو آپ سے ملاقات کی تھی۔ آپ حسنی حسینی سادات میں سے تھے۔ اور ہمیشہ غرباء سے محبت رکھتے تھے۔ ولادت ۳۷۵ھ مطابق ۹۸۵ء میں ہوئی۔ حضرت شبلیؒ قدس سرہٗ ان کی صحبت میں آ کر سماع سنتے تھے ———— عین الولایت میں لکھا ہے کہ پچاس برس کی عمر میں آپ حضرت ابو اسحاق شامیؒ کے مزار پر گئے۔ وہاں ایک حجرہ اپنے ہاتھ سے بنا کر بارہ برس رہے۔ اس جگہ خواجہ عبد اللہ انصاریؒ آپ سے ملے تھے۔ اور کہا تھا کہ چشتی سب ایسے ہی تھے۔ اور آخر عمر میں آپ پر اسرار الٰہی کا انکشاف ہوا کرتا تھا۔

نفحات الانس کے مطابق آنجناب کی وفات ۳ ربیع الاول ۴۵۹ھ بمطابق ۱۰۶۶ء چشت میں ہوئی۔ اور وہاں ہی مزار پرانوار ہے۔ عمر ۸۴ سال ہوئی۔

حضرت خواجہ مودود چشتی

آپ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کے فرزندِ ارجمند اور مریدینِ خاص میں سے تھے۔ لقب قطب الدین تھا۔ سات سال کی عمر میں کلامِ پاک حفظ کیا اور پھر علومِ ظاہری و باطنی میں تکمیل کی۔ ۲۶ سال کی عمر میں مسندِ سجادگی پر بیٹھے رجب کہ آپ کے والد کا وصال ہوا۔ آپ عمدہ خصائل اور پسندیدہ افعال کے مالک تھے۔ حضرت شیخ الاسلام جامؒ کی خدمت میں ہرات میں تشریف لائے تھے۔ آنجناب کی ولادت ۴۳۰ھ بمطابق ۱۰۳۸ء میں بمقام چشت ہوئی۔ اوائل میں بلخ علم حاصل کرنے کے لیے گئے تھے۔ سماع بہت سنتے تھے۔ اور محفل عالی آراستہ فرماتے تھے۔ ۶ ماہ تک رسول اللہؐ کے روضۂ اقدس کی جاروب کشی کی تھی۔

شہزادہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کی وفات رجب المرجب ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ء تحریر کی ہے۔ مزار عالی چشت میں ہے۔ جس کو شاملان بھی کہتے ہیں۔ مگر نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے ۵۲۷ھ مطابق ۱۱۳۲ء تحریر کی ہے۔ عمر مبارک ۹۷ سال ہوئی۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی

۱۰۹۹ء / ۴۹۲ھ میں ولادت باسعادت زندنہ محلہ بخارا میں ہوئی۔
حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے خلفاء اعظم میں سے تھے۔
نیرالدین کے لقب سے ممتاز تھے۔ آپ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔ کئی حج کیے۔ تصرفاتِ ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ جن دنوں آپ دمشق میں تھے تو سلطان سنجر آپ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ آپ کے ممتاز خلفاء میں سے خواجہ عثمان ہارونیؒ ہیں۔ سماع کے بہت شائق تھے۔ ہمیشہ فقیری اور فاقہ کشی پسند فرماتے تھے۔ اور لباس پیوند دار پہنتے تھے۔ جس دن فاقہ ہوتا۔ سو رکعت شکرانہ ادا کرتے۔
مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں آپ کی تاریخ وفات دس رجب المرجب ۶۱۲ھ مطابق ۱۲۱۵ء لکھی ہے۔ مزار زندنہ میں ہے جو کہ بلادِ بخارا میں ہے۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار کے مطابق عمر مبارک ۱۲۰ سال ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتیؒ

تذکرہ مشائخ کرام مولفہ محمد قاسم فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ لاہور کے راستے جب دہلی کے اطراف میں پہنچے۔ تو یاں کی فراوانی کے سبب کیلو کھری میں وارد ہوئے۔ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کو اجمیر میں عریضہ لکھا وہاں سے جواب آیا کہ اجمیر نہ آئیں۔ میں خود ملاقات کے لیے دہلی آؤں گا۔

آپ ترکستان کے ایک قصبہ اُوش ماوراءالنہر میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام سید کمال الدین تھا۔ سولہ واسطوں سے سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ تک جا ملتا ہے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا ابو حفص سے حاصل کی۔ جب حضرت معین الدین چشتیؒ اوش تشریف لائے تو آپ نے ان سے بیعت کر لی۔ اور سترہ سال کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کر لیا۔ بعد ازاں آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ سیر و سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ تذکرۃ الاولیائے ہند میں لکھا ہے کہ آپ نے بغداد میں مسجد امام ابواللیث سمرقندی میں روبرو شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ۔ شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ محمود اصفہانیؒ کے حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت کی تھی۔ اور بعد ازاں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے

بھی ملاقات کی تھی۔ اور اپنے ملفوظات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ سنجریؒ سے جدا ہو کر مختلف شہروں کی سیر و سیاحت میں مشغول ہوئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ اجمیر چلے گئے ہیں تو آپ بھی ہندوستان کی طرف چلے۔ پہلے ملتان تشریف لائے۔ اور حضرت شیخ بہاءُ الدّین ذکریاؒ اور شیخ جلال الدّین تبریزیؒ سے ملاقی ہوئے وہاں سے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے آپ کو دہلی میں تعینات کر دیا۔ جب آپ دہلی تشریف لائے تو سلطان شمس الدّین التمشؒ نے آپ کو شیخ الاسلامی کے عہدہ پر فائز کرنا چاہا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور ملک اعز الدّین کی مسجد کے قریب قیام فرمایا۔ اس زمانہ میں شیخ بدر الدّین غزنویؒ شرفِ بیعت اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ دہلی میں آپ بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ عوام النّاس اور خواص ان پر جان چھڑکنے لگے۔۔۔۔ سلطان شمس الدّین التمشؒ اور حکومت کے اعلیٰ ارکان آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

سیر الاولیاء اور فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ ریاضتوں اور مجاہدوں کی وجہ سے آپ نے سونا تک چھوڑ دیا تھا۔ بستر بھی نہ بچھاتے تھے۔ یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوتے تھے کہ جب کوئی ملاقات کے لیے آتا تو دیر سے ہوشیار ہوتے۔ ہر وقت مراقبے میں رہتے۔ مگر ہر نماز اپنے وقت پر باجماعت ادا فرماتے۔ آخر عمر میں کلام پاک حفظ کیا تھا۔ اور روزانہ دو دفعہ کلام پاک ختم کرتے تھے، بلکہ آخری عمر میں تو سونا بھی

ترک کر دیا تھا۔ فرماتے تھے کہ سونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ سماع میں بہت ذوق رکھتے تھے۔ اور سماع میں ہی انتقال فرمایا۔ رات دن میں دو سو پچاس رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور دو تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ شیخ علی سنجریؒ کے مکان میں محفل سماع تھی۔ آنجناب شریک محفل تھے۔ قوالوں نے شیخ احمد جام کا قصیدہ سنایا۔ جب اس شعر پر پہنچے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را!
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آپ پر وجد طاری ہو گیا، اور تڑپنے لگے۔ یہ حالت تین دن اور تین رات رہی۔ اور بالآخر اس سے جان بحق ہو گئے۔ بوقت وفات آپ کا سر مبارک خواجہ حمید الدین ناگوریؒ اور پاؤں شیخ بدر الدین غزنویؒ کی آغوش میں تھے۔ سلطان شمس الدین التمش نے نماز جنازہ پڑھائی۔

وفات ۱۲۳۷ء میں دہلی میں ہوئی۔ اور وہیں دفن ہوئے پہلے خلیل اللہ خاں نے شیر شاہ کے وقت میں چار دیواری بنوائی تھی۔ ۱۷۱۰ء میں فرخ سیر نے آپ کے مزار کے گرد سنگِ مرمر کی بہت ہی نفیس جالیاں بنوا دیں۔ اور سنگ مرمر کے دروازے بہت لطیف بنوائے۔ اور ان دروازوں پر کتبے لگوائے۔ جامع مسجد دہلی سے گیارہ میل دور مہرولی قصبہ میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ مقبرہ کے ارد گرد تاریخی عمارات میں سے

اولیاء مسجد، چہل من۔ مہر دلی کا جھرنا شمسی تالاب بہت مشہور ہیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت فرید الدین گنج شکرؒ مسعود۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ۔ شیخ برہان الدین بلخیؒ۔ شیخ ضیاء الدین رومیؒ۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ شیخ جلال الدین ابو القاسم تبریزیؒ۔ شیخ نظام الدینؒ ابو المواید۔ شیخ تاج الدین منورؒ اوشی۔ سلطان شمس الدین التمش۔ سلطان نصیر الدینؒ غازی بہت مشہور ہیں۔

آپ کے ملفوظات میں سے "فوائد السالکین" بہت مشہور ہے جس کو آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت فرید الدین گنج شکرؒ مسعود نے مرتب فرمایا تھا۔ جس میں سات مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔ ایک دیوان بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔

سلطان شمس الدین التمش چشتی دہلوی

آپ خاندانِ غلاماں کے جلیل القدر فرماں رواؤں میں سے تھے جن کی وجہ سے ہندوستان میں اسلامی حکومت بہت مستحکم ہوئی۔

بیعت:-

آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اوشیؒ کے خلفائے نامدار میں سے تھے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے منظورِ نظر تھے۔

عادات:-

اگرچہ آپ ہندوستان کے بادشاہ تھے، مگر دل کے فقیر تھے۔ کم سوتے اور کم کھاتے تھے۔ تمام شب بیدار رہتے۔ اور خداوند کریم کی بارگاہ میں سربسجود رہتے۔ کسی ذاتی کام کے واسطے خادموں کو تکلیف نہ دیتے۔ نمازِ تہجّد کے لیے جب علی الصبح اُٹھتے، تو خود پانی بھر کر تجدیدِ وضو کرتے۔ رات کو بھیس بدل کر شہر میں پھرتے۔ اور غربا اور مساکین کی امداد فرماتے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی بے پناہ عزت و تکریم کرتے۔ خلافِ شرع امور کو ناپسند فرماتے۔ ساری عمر سنّتِ محمدیؐ کی پابندی میں گزاری۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ نمازِ عصر کی ابتدائی سنّتیں کبھی قضا نہ کیں۔

لاہور میں آمد

آغا عبدالستار خان ایم۔اے۔ ایم۔ او۔ ایل اورینٹل کالج میگزین ماہ مئی ۱۹۳۹ء میں اپنے مضمون "سلطان التمش کے دور میں علمی و ادبی تحریکات" میں لکھتے ہیں کہ سلطان ۶۱۳ھ، ۱۲۱۶ء میں ناصر الدین قباچہ سے جنگ کے بعد لاہور پر قابض ہو گیا تھا۔

وفات :-

۶۳۳ھ، ۱۲۳۶ء میں وفات پائی۔ مزار اقدس مسجد قوت الاسلام دہلی کے عقب میں ہے۔ مقبرہ کی عمارت باہر سے تو سنگ خارا کی ہے۔ اور اندر سے سنگ سرخ کی۔ کہیں کہیں سنگ مرمر بھی لگا ہوا ہے۔ تمام دیواروں پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔

خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۶، آثار الصنادید ص ۸۱

سلطان شمس الدین التمش کی تاجپوشی کی رسم لاہور میں ہی ادا ہوئی تھی۔ جس میں خاندان غلامان کے تمام جرنیل اور وزرا شامل تھے۔

حضرت شیخ بدر الدّین غزنوی چشتی

شیخ بدر الدّین غزنوی حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ آپ غزنی سے لاہور تشریف لائے۔ اور یہاں کے علماء و فضلاء سے ملاقات کی۔ فرماتے ہیں کہ لاہور شہر بہت آباد ہے۔ چند روز آپ یہاں رہے۔ پھر جانب دہلی اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور حضرت بختیار کاکیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے قیام لاہور کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ جن دنوں میں لاہور میں اقامت پذیر تھا کبھی مجھے خیال ہوتا کہ غزنی واپس چلا جاؤں۔ اور کبھی خیال کرتا کہ دہلی چلا جاؤں۔ کیونکہ میں حضرت خواجہؒ سے ملاقات کا متمنی تھا۔ نیز وہاں میرا داماد بھی تھا۔ میرا میلانِ طبع غزنی کی طرف زیادہ تھا، کیونکہ وہاں میرے والدین اور رشتہ دار بھی تھے۔ میں نے قرآن مجید سے فال نکالی۔ میرے غزنی کے ارادے پر عذاب کی آیت نکلی، اور دہلی کے ارادے پر رحمت کی آیت نکلی میں دہلی چلا آیا۔ وہاں چند دنوں کے بعد سنا کہ غزنی کو مغلوں نے تباہ کر دیا ہے اور میرے تمام عزیز و اقارب شہید کر دیے ہیں۔

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۵)

ابتدائی چشتیہ سلسلہ کے نامور بزرگوں میں سے تھے۔ اور اس زمانہ کے تمام معاصر آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ آپ کا وعظ نہایت دل کش ہوتا تھا

جس میں عشق و محبت کی چاشنی ہوا کرتی تھی۔ آپ کی مجالس میں شیخ الاسلام بابا فریدؒ۔ قاضی حمید الدینؒ ناگوری۔ قاضی منہاج السراج۔ سید نور الدین مبارک غزنویؒ۔ مولانا مجد الدین وغیرہ علماء و فضلاء شامل ہوا کرتے تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ میر خورد نے لکھا ہے کہ آپ کا ایک دیوان بھی تھا جو اب دستیاب نہیں۔ قیام دہلی کے دوران ملک نظام الدین خریطہ دار نے آپ کے لیے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی، جس میں آپ کی رہائش تھی۔ اور وہاں آپ کے لیے ہر قسم کی سہولت تھی۔ کچھ مدت کے بعد جب، ملک نظام الدین خریطہ دار الزام غبن میں گرفتار ہوا۔ تو آپ بھی اس سے متاثر ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو خط لکھا کہ ایک شاہی عہدے دار نے میرے اور میرے مریدوں کے لیے ایک خانقاہ بنوائی تھی۔ جس میں ہمارے آرام کا ہر قسم کا سامان مہیا تھا۔ اس پر افتاد آ پڑی ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے اُسے اس مصیبت سے نجات دے۔ اور درویش تکلیف میں نہ پڑیں۔ آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ جو کوئی اپنے پیروں کی روش پر نہ چلے گا۔ اس کے دل کو سکون نصیب نہ ہو گا ہمارے پیروں میں سے کون تھا۔ جس نے اپنے لیے خانقاہ بنوائی۔ آپ کو سماع سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں۔ آپ ہمیشہ رجب کے آخر میں درازیٔ عمر کے لیے ایک نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر جس سال آپ کا وصال ہوا، اُس سال آپ نے بقول نظام الدین پسر شیخ ضیاء الدین پانی پتی نماز نہیں پڑھی۔۔۔

فوائد الفوائد مرتبہ امیر حسنؒ علاء سنجریؒ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ آپ اکثر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی محفل سماع میں شریک ہوا کرتے تھے۔
قوالوں نے شیخ احمد جامؒ کا قصیدہ سنایا جب یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
هر زمان از غیب جانِ دیگر است

تو حضرت خواجہؒ پر وجد طاری ہو گیا، اور تڑپنے لگے۔ اس حالت میں شیخ بدر الدینؒ غزنویؒ۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ کی معیت میں آپ کو گھر تک لے گئے۔
تین دن اور تین راتیں یہی کیفیت رہی۔ اور بالآخر وصال فرما گئے۔ وفات کے وقت خواجہ قطب الدینؒ کا سر مبارک شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے زانو پر تھا۔ اور پاؤں شیخ بدر الدین غزنویؒ کی آغوش میں۔

وفات ۱۲۵۹ء میں ہوئی۔ اور دہلی میں اپنے پیر و مرشد کی پائینتی میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود چشتی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے بعد جس قابلِ احترام ہستی نے لاہور کو اپنی تشریف آوری کا اعزاز بخشا، وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید ہوتے بابا صاحب کی ذات واجب الاحترام ہے۔

بقولِ تذکرہ نگاروں کے آپ شاہانِ کابل کی اولاد میں سے تھے۔ آنجناب کے جدِّ امجد حضرت شیخ شہاب الدین فرماں روائے کابل تھے۔ اور فرخ شاہ کے لقب سے ملقب تھے۔ یہ ایک نہایت قابل حکمران تھا۔ اس نے سلطنت کو بہت وسعت دی۔ مگر اس کے انتقال کے بعد سلطنت غزنی نے عروج پایا اور کابل بھی غزنوی حکمرانوں کے زیرِ انصرام آگیا[۱]۔ اس افراتفری کے زمانہ میں فرخ شاہ کی اولاد کابل ہی میں رہی۔ مگر جب چنگیز خانی فتنہ نے ایک عالم کو تباہ و برباد کے گھیرے میں لے لیا، تو آپ کے پردادا حضرت شیخ احمد بھی اس فتنہ کا شکار ہو گئے۔ اس سے متاثر ہو کر آپ کے دادا حضرت شیخ شعیب نے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ لاہور کا قصد فرمایا۔ والیٔ لاہور نہایت عزت و تکریم سے پیش آیا۔ اور چند دن کے قیام کے بعد آپ قصور چلے گئے۔ جہاں سے شاہی حکم کے مطابق ملتان تشریف لے گئے۔ آپ دنیا کی سیر و سیاحت کے لیے جب حضرت فرید الدین گنج شکر نکلے۔

---

[۱] محقق مصنف مولانا وحید احمد مسعود نے اپنی کتاب "سوانح بابا فرید الدین" مطبوعہ (بقیہ حاشیہ صہ ۲۲)

تو آپ لاہور ہی تشریف لائے۔ اور کئی دن تک اسلام کا یہ بطل جلیل فضائے لاہور کو اپنی روحانیت کے فیوض و برکات سے مستفید کرتا رہا۔ بیشتر حصہ آپ نے حضرت علی ہجویریؒ داتا گنج بخشؒ کے مزار پر انوار کی مجاورت میں کاٹا۔ اور چلہ بھی کاٹنا چاہا۔ تو آپ مزار ہجویریؒ پر اس لئے چلہ کشی نہ ہوئے کہ وہاں حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ چلہ نشین رہ چکے تھے۔ اور آپ نے اس امر کو مناسب نہ جانا۔ کہ ایسا کریں چنانچہ آپ مزار سے کچھ دور ہٹ کر ضلع کچہری لاہور کے نزد ایک ٹیلہ پر فرد کش ہوئے۔ اور وہاں سے روزانہ دربار داتا میں حاضری دیتے۔ رات اس ٹیلہ پر گزارتے۔ جہاں حضرت باباؒ صاحب معتکف ہوئے تھے۔ وہاں ایک حجرہ موجود ہے اس مقام کو "فرید آستانہ" بھی کہتے ہیں۔ انگریزوں کے عہد میں اس ٹیلہ کو ایک طرف سے گرایا گیا تھا۔ مگر اب بھی ٹیلہ کی اونچائی کافی ہے۔ اوپر قبور اور درخت ہائے بھی ہیں۔ نیچے ایک مسجد بھی ہے۔ جس کے ساتھ سے اوپر جانے کا راستہ ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اس جگہ چالیس یوم گزار کر چلہ مکمل کیا تھا۔ ہر سال پانچ محرم کو یہاں میلہ بھی لگتا ہے۔ ٹیلہ پر کافی قبور ہیں۔ حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور آکر اسی ٹیلہ پر قیام پذیر ہوا کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۷۱) کراچی میں ان حکایات کو مہمل ٹھہرایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ تاریخ ان روایات کی تائید نہیں کرتی۔

[تحقیقاتِ چشتی صـ۲۰۲ تاریخ لاہور صـ۳۱۹ ہسٹری آف لاہور صـ۱۸۵
حدیقۃ الاولیاء صـ۳۱]

۱۱۸۸ء بعہدِ سلطان شہاب الدّین محمد غوری قصبہ کھوتوال نزد ملتان پیدا ہوئے
آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی جمال الدّین سلیمانؒ تھا۔ جو کابل کے شاہی خاندان
سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ فاروقی
کابل سے اور سترہ واسطوں سے سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ سے اور بیس
واسطوں سے خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ بن خطاب سے ملتا ہے۔ جمال الدّین سلیمانؒ
جب چنگیزی حملہ کی وجہ سے ہجرت کر کے کابل سے لاہور پہنچے تو چند دِ
قیام کے بعد ملتان چلے گئے۔ جہاں انھوں نے ملّا وجیہہ الدّین کی صاحبزادی قرسم
خاتون سے شادی کی۔ جن کے بطن سے آپ تولّد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ
نے اسی قصبہ میں حاصل کی۔ اور پھر مزید تعلیم کے لیے ملتان تشریف لے گئے
اور وہاں مولانا منہاج الدّین کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔ اور ان سے فقہ کی
کتاب "نافع" پڑھی۔ اسی زمانے میں حضرت قطب الدّین بختیار کاکیؒ کے
ملتان تشریف لانے پر ان سے ملاقات کی۔ تھوڑی سی ملاقات میں ہی آپ
کی دنیا بدل گئی۔ اور آپ ان سے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔
بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے بدخشاں۔ غزنی۔ بغداد۔ قندھار اور سیوستان
گئے۔ اور وہاں سے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا۔

جب آپ بغداد پہنچے تو وہاں شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ سے
فیض حاصل فرمایا۔ اور بغداد کے نواح میں ایک بزرگ خواجہ اجل سنجریؒ سے

بھی ملاقی ہوئے۔ قیام بخارا میں حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ سے فیض صحبت رہا۔ سیاحتِ غزنی میں امام حداویؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے سیوستان میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے فیض روحانی حاصل کیا۔ ملتان میں حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ سے ملاقات کی۔ اور جب تمام دنیا کی سیر وسیاحت کر چکے تو اپنے پیر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمتِ اقدس میں دہلی پہنچے۔ اور وہاں ان کی خانقاہ میں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ قیام دہلی میں حضرت معین الدین چشتی سنجریؒ جو دہلی میں تشریف لائے تھے۔ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ جن کے ارشاد پر حضرت قطب الدین صاحبؒ نے ان کو اپنی دستار اور پروانۂ خلافت عطا فرمائے۔ اس وقت سیّد نورالدین مبارک غزنویؒ۔ قاضی حمیدالدین ناگوریؒ۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ۔ مولانا علاؤالدین کرمانیؒ۔ مولانا شمس الدین ترکؒ اور خواجہ محمود قوبیہؒ دوز موجود تھے۔ کچھ مدت کے بعد آپ ہانسی آگئے۔ اور وہاں سے پاک پٹن تشریف لے آئے۔ جہاں آپ نے تلقین وارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خاندانِ غلاماں کے پہلے دس بادشاہ آپ کی زندگی میں ہوئے۔

۱۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری (۲) سلطان قطب الدین ایبکؒ۔

۳۔ آرام شاہ	(۴) سلطان شمس الدین التمشؒ
۵۔ رکن الدین فیروز شاہ	(۶) رضیہ سلطانہ
۷۔ معزالدین بہرام شاہ	(۸) مسعود شاہ علاؤالدین
۹۔ ناصرالدین محمودؒ	(۱۰) سلطان غیاث الدین بلبن

اور اسی بادشاہ کے عہد میں پاک پٹن میں ۱۲۶۷ء میں آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی۔ اور وہاں ہی حجرہ بنا۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ خلفاء کی تعداد لاتعداد ہے۔ چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

۱۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ ۲۔ حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ
۳۔ شیخ شمس الدینؒ ترک پانی پتی ۴۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ۔
۵۔ شیخ بدر الدین سلیمانؒ (لڑکا) ۶۔ شیخ بدر الدین اسحاقؒ (داماد)
۷۔ شیخ نجیب الدینؒ متوکل برادر ۸۔ شیخ عارف سیوستانیؒ۔

مزار:- ۱۷۔ جنوری ۱۹۶۱ء سے زیر انتظام محکمہ اوقاف ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی عمر ۹۵ سال تحریر ہے۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے بعد تیس سال تک حیات رہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی نے "راحت القلوب" کے نام سے جمع فرمایا تھا۔ اُردو زبان پر آپ کے بے حد احسان ہیں۔ درج ذیل نظم آنجناب کی طرف منسوب ہے۔

وقت سحر وقت مناجات ہے!
خیز در آں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید تیرا!
خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
با دمِ خود ہمدم و ہشیار باش
صحبتِ اغیار بوری (بُری) بات ہے

با تن تنہا چہ بدی نیین زمین
نیک عمل کن کہ وہی بات ہے

سیر و سیاحت :-

چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان سے بغداد جانے کا راستہ بخارا سے تھا۔ اس لیے آپ نے جو سفر کیے اور جن مقامات کو دیکھا - ان کی تفصیل یہ ہے :-
بغداد - سیوستان - چشت - دمشق - غزنی - بدخشاں - نیشاپور - شام - مکہ - مدینہ - بیت المقدس - بخارا - قندھار - لاہور - ملتان - پاک پٹن دہلی -

یہ سفر آپ نے ۱۱۹۷ء سے ۱۲۱۵ء تک کیے -

حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی چشتی رح

آپ حضرت فرید الدین گنج شکر مسعود رح کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ کرمان سے بغرض تجارت لاہور تشریف لائے۔ یہاں سے حضرت بابا صاحب رح کے متعلق سنا۔ تو پاک پٹن برائے قدمبوسی و بیعت گئے۔ یہاں سے ملتان گئے۔ اور سہروردی اولیاء سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ اور اپنے چچا سید احمد کے ہاں اقامت گزیں ہوئے۔ چونکہ حضرت بابا فرید رح سے بے انتہا محبت ہو گئی تھی۔ اس لیے پھر آپ کی خدمت میں پاک پٹن چلے گئے۔ اور تجارت چھوڑ کر مجاہدات و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے بعد دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں کے ہی ہو گئے۔ آپ کی وفات دہلی میں ہی ۱۳۱۱ء میں محمد شاہ اوّل علاء الدین خلجی رح کے عہد میں ہوئی۔ ملتان میں ان دنوں حضرت رکن الدین رکن عالم کی روحانی فرماں روائی جاری تھی۔

(حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۹۰)

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتیؒ

سیّد قربان علی سنبل دہلویؒ اپنی کتاب ہشت بہشت المعروف بہ سوانح عمری خواجگانِ چشت میں لکھتے ہیں کہ جدّ حضرت کے خواجہ علیؒ (دادا) اور جدّ مادری خواجہ عربؒ (نانا) دونوں بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے۔ اور پہلے لاہور میں قیام کیا۔ آپ کے دادا اور نانا چنگیزی فتنہ کے دوران بخارا سے لاہور آئے تھے۔ اور لاہور ہی میں آپ کے والد سیّد احمد اور والدہ بی بی زلیخا پیدا ہوئے تھے۔ کافی عرصہ لاہور میں رہنے کے بعد یہ دونوں خاندان بدایوں چلے گئے۔ جہاں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی ۹۔ اکتوبر ۱۲۳۸ء میں بعہد رضیہ سلطانہ فرماں روائے ہندوستان پیدا ہوئے۔ جوان ہونے پر آپ بدایوں سے اجمیر۔ دہلی۔ پاک پٹن۔ اور بالآخر مرشد سے سندِ خلافت لینے کے لیے جاتے رہے۔ مگر کسی تذکرہ میں آپ کا لاہور میں نزولِ اجلال ثابت نہیں ہو سکا، بلکہ آپ کے بعد جو چوٹی کے چشتی رہنمایانِ قوم تھے، وہ بنگال اور دکن کی طرف بڑھ گئے۔ آپ کا حال اس تذکرہ میں اس لیے کیا گیا ہے، کہ آپ کو لاہور سے مادری اور پدری نسبت ہے۔ اور اہل لاہور اس پر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ یہی بات "تذکرۃ الواصلین" میں تحریر ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء ص ۲۶)

آپ کا اسم گرامی محمد تھا۔ والد کا سایۂ شفقت پانچ سال کی عمر سے اٹھ

گیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی زیر نگرانی حاصل کی۔ مولانا علاؤ الدینؒ اصولی سے قدوری ختم کی۔ بعدازاں سولہ سال کی عمر میں آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر دہلی آگئیں۔ یہاں مولانا شمس الدینؒ دامغانی سے مقامات حریری اور مولانا کمال الدین زاہدؒ سے مشارق الانوار پڑھی۔ دہلی میں آپ کا قیام حضرت بابا فریدؒ کے چھوٹے بھائی نجیب الدین متوکلؒ کے مکان کے نزدیک تھا۔ جن کی صحبت میں رہنے سے آپ کو حضرت باباصاحبؒ سے بیعت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ ۱۲۵۷ء میں آنجناب کی خدمت میں اجودھن (پاکپٹن) حاضر ہوئے۔ اور بیعت کا شرف حاصل فرمایا۔ ایک سال میں آنجناب نے آپ سے "عوارف" کے جملہ ابواب اور کلام پاک کے چھ پارے تجوید سے پڑھے اور پھر دہلی چلے آئے۔

سیر الاولیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی ساری زندگی مجاہدات اور ریاضتوں سے بھرپور ہے۔ تمام عمر صائم الدہر رہے۔ روزانہ چار پانچ سو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ساری عمر تجرد میں گزاری۔ دہلی میں آپ کی خانقاہ اور مدرسہ نے وہ شہرت حاصل کی، کہ ایشیا بھر کے طالب علم دینی علوم کی تکمیل کے لیے آنے لگے۔ بڑے بڑے عالم اور فاضل اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ اس زمانہ میں یہ مدرسہ سرزمین ہندوستان میں سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ اور اس کے فارغ التحصیل علماء نے ہندوستان کے کونے کونے کو نور اسلام سے منور کر دیا۔ ان لوگوں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ آپ کے لطف و کرم سے دہلی شہر کے مکین قدسیوں کی جماعت معلوم

ہوتے تھے۔ جہاں لوگ اکٹھے ہوتے خدا اور اس کے رسولؐ کا ہی وہاں ذکر ہوتا مشہور مورخ ضیاء الدین برنیؒ لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں دہلی کی مساجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری رہتی تھیں۔ ۱۳۲۴ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔ وفات سے کچھ دیر قبل بقچہء خاص جو آپ کو اپنے پیر و مرشد سے بطور امانت ملا تھا سے بعض اشیا نکالیں۔ اور اپنے مختلف خلفاء کو عنایت فرما کر انھیں خاص خاص مقامات پر جانے کا حکم دیا۔ شیخ برہان الدین غریبؒ کو شالِ خلافت۔ پیراہن دستار خاص اور مصلیٰ عطا ہوا۔ اور ملک دکن سپرد ہوا۔ شیخ یعقوبؒ پٹنی کو گجرات کا ملک ملا۔ اور یہی چیزیں ملیں۔ مولانا شمس الدین یحییٰؒ کو پیراہن اور دستار ملی۔ خلیفۂ اعظم حضرت شیخ نصیر الدین چراغؒ دہلی کو خرقہ۔ مصلیٰ۔ کاسۂ چوبیں اور تسبیح عنایت ہوئی۔ اور دہلی کو آپ کے حوالے کیا۔ مقبرہ آپ کا سلطان محمد تغلق نے بنوایا۔

آپ کے مزار اقدس کے قرب و جوار میں ہزارہا عظیم المرتبت شخصیتوں کے مزارات ہیں۔ کیونکہ مدت سے یہ عام عقیدہ تھا کہ آنجناب کے قریب دفن ہونے والوں کی نجات میں آسانی ہو گی۔ شہنشاہ ہمایوںؒ۔ عبد الرحیم خان خاناںؒ۔ سید شمس الدین رنگڑ۔ جہاں آرا بیگم۔ محمد شاہ رنگیلا۔ سید شمس الدین اوتاد اللہ۔ مرزا غالب۔ حافظ سید موسیٰ۔ میرزا جہانگیر۔ میرزا بابر برادر بہادر شاہ اور دیگر امرائے دہلی کے مزارات آپ کے نزدیک ہیں۔

۷ آپ کے خلفاء میں سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی۔ شیخ قطب الدین منور ہانسویؒ

شیخ برہان الدین غریبؒ۔ شیخ حسن دہلویؒ۔ شیخ منتخب الدین خلد آبادیؒ۔ حضرت امیر خسروؒ۔ شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ۔ خواجہ ضیاء الدین برنیؒ۔ شیخ حسام الدین سوختہؒ مشہور اور معروف ہیں۔

آنجناب کے ملفوظات کے چار مجموعے ہیں۔ پہلے مجموعہ "فوائد الفواد" کے مرتب خواجہ حسن سنجریؒ ہیں۔ یہ ملفوظات ۱۳۰۷ء سے ۱۳۱۹ء تک کے عرصہ کے ہیں۔ دوسرا مجموعہ "راحت المحبین" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو ایک نامعلوم مرید نے ترتیب دیا تھا اس میں ۱۲۹۱ء تک کے دو سال کے ملفوظات درج ہیں۔ تیسرا مجموعہ "افضل الفوائد" کے نام سے معروف ہے اس کو حضرت امیر خسروؒ نے مرتب کیا تھا۔ چوتھا اور آخری مجموعہ "سیر الاولیاء" کے نام سے مشہور ہے، جو کہ سید مبارک احمد امیر خورد کی تالیف ہے۔ سید مبارک نے اس کتاب کو ۱۳۹۷ء میں مرتب کیا تھا۔

حضرت امیر خسرو چشتی دہلوی رح

نام مبارک ابوالحسن خسرو تھا۔ والد ماجد کا اسم گرامی امیر سیف الدین اور نانا کا عماد الملک تھا۔ تخلص خسرو تھا۔ ۱۲۵۳ء میں قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے مروجہ علوم کی تکمیل کر لی۔

فرشتہ لکھتا ہے کہ آپ کے والد لاچین بلخ سے تھے۔ اور چنگیز خان کا فتنہ شروع ہونے کے قریب ہندوستان آ گئے۔

بیعت:۔

آپ نے حضرت نظام الدین اولیاء رح سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جب حضرت محبوب الٰہی رح سماع سنتے۔ تو امیر خسرو رح آپ کے داہنی طرف بیٹھتے اور بائیں طرف خواجہ مبشر بیٹھتے۔ آپ ہر شب نماز تہجد میں سات سیپارہ قرآن مجید پڑھتے۔ فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ آپ نے چالیس سال صائم الدہری میں بسر کیے۔ حضرت محبوب الٰہی رح آپ سے بے انتہا پیار کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ وہ میرا صاحب اسرار ہے۔ اور میں اس کے بغیر بہشت میں قدم نہ رکھوں گا۔ مزید برآں فرمایا کہ اگر دو شخص کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا۔ کہ اسے میری قبر میں دفن کر دیں، تاکہ دونوں ایک جگہ ہوتے۔ شاہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں نے اپنی کتاب مونس الارواح میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ میں

سب سے تنگ ہوتا ہوں۔ مگر اے ترک تم سے تنگ نہیں ہوتا۔

لاہور میں آمد

مولف حیاتِ خسرو اپنی کتاب کے باب سوم میں تحریر فرماتے ہیں، کہ "۱۲۸۴ء میں تیمور تا اتیمر نامی مغل نے کہ امرائے عظیم الشان چنگیز خانی سے تھا۔ دریائے راوی کو عبور کرکے لاہور کے قریب فساد برپا کیا۔ حاکم لاہور نے شاہزادہ محمد سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ عرضداشت کے دی۔ اس نے اپنے دربار میں تیس ہزار فوج کو تین ہزار پڑھایا۔ اور نہایت سرعت سے کوچ کرتا ہوا لاہور کے قریب دریائے راوی کے کنارے پہنچا۔ یہاں مغلوں سے مقابلہ ہوا۔ اور لڑائی کے بعد تیمور مغل شکست کھا کر بھاگا" پھر لکھتے ہیں "امیر خسرو بھی اس لڑائی میں شاہزادے کے ساتھ موجود تھے ایسا ہی ذکر بزم تسلوکیہ مصنفہ سید صباح الدین عبدالرحمن میں موجود ہے۔

شاعری:۔

آپ ایک بہت بڑے صوفی اور شاعر بھی تھے۔ ہندوستانی موسیقی سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ انھوں نے بے شمار راگ پیدا کیے جن میں محرم۔ عشاق۔ فرغنہ، غنم، سر پردہ، باقرنہ، زیلف۔ سازگری۔ منعم، مجیر، موافق فردوست بہت مشہور ہیں۔ آپ بہت بڑے غزل گو بھی تھے۔ اور صاحب دل بھی تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سامنے آپ نے اپنی ایک غزل گائی۔ تو انھوں نے ان کی طرف نگاہ محبت

سے دیکھا اور بے خود ہو گئے۔ اور کبھی کبھی تو وجد و کیف میں اپنی دستار مبارک بھی امیر خسرؒ کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ ان کی شاعری اور دل میں عشقِ الہٰی کی ایسی سوزش تھی کہ حضرت محبوبِ الہٰیؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ کہ کیا لائے۔ تو میں کہوں گا، کہ خسروؒ کا سوزِ سینہ۔

تصانیف :-

آپ کی تصانیف کی تعداد ۹۹ ہے۔ تعداد اشعار پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔ ہندی زبان میں بے شمار کلام ہیں۔ قرآن السعدین آپ کی بہترین تصنیف ہے۔ خزائن الفتوح۔ مثنوی نہ سپہر۔ تغلق نامہ۔ خالق باری۔ مثنوی مطلع الانوار۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ رسائل الاعجاز۔ قصہ چہار درویش مثنوی شیریں خسرو۔ مثنوی آئینۂ سکندری یا سکندر نامہ۔ مثنوی ہشت بہشت۔ جواہر البحر۔ راحت المحبین۔ افضل الفوائد۔

وفات آنجناب کی ۷۲۵ھ بمطابق ۱۳۲۵ء میں بعمر ۷۴ سال ہوئی۔ اور اپنے پیر و مرشد کے جوار میں دفن ہوئے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت محبوبِ الہٰیؒ نے وفات پائی۔ تو آپ دہلی میں نہ تھے، بلکہ سلطان تغلق کے ساتھ بنگال میں تھے۔ جب انتقال کی خبر سنی تو دہلی آئے۔ اور مزار کے روبرو کھڑے ہو کر کہا "سبحان اللہ! آفتاب زیرِ زمین اور خسرو زندہ" یہ کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے کے چھ ماہ کے بعد انتقال فرمایا۔ ان ایام میں آپ ہر وقت مرشد کے فراق میں گریہ و زاری کرتے رہے۔ اور آخر کار آپ کی پائینتی میں دفن ہوئے۔

خزینۃ الاصفیا۔ صفحہ ۳۳۹ ۔ آثار الصنادید صفحہ ۲۵

حضرت امیر حسنؒ علائی سنجری چشتی

نجم الحسن نام اور حسن تخلّص تھا۔ سادات عظام دہلی سے تھے۔ والد گرامی کا اسم گرامی علاؤ الدین سیستانیؒ تھا۔ حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھے۔ پہلے نانبائی کی دکان کرتے تھے۔ جب حضرت امیر خسروؒ سے الدخمات ہوا، تو تحصیلِ علوم و فنون میں مصروف ہو گئے۔ اور تھوڑی سی مدّت میں کمال حاصل کر لیا۔ سلطان غیاث الدّین بلبنؒ سے محمد تغلق تک ہر بادشاہ کی مصاحبت میں رہے۔ اور ہر ایک سے انعام و اکرام اور عزّت حاصل کی۔ تمام عمر مجرّد رہے۔

بیعت:-

آپ نے حضرت سلطان المشائخؒ کے دستِ راست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کی۔ بے مثل شاعر اور عالم تھے۔ اپنے پیر کی شان میں بے شمار قصائید لکھے۔ سلطان غیاث الدّین بلبنؒ آپ سے بے پناہ محبّت کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت نظام الدّین اولیاؒ، امیر خسروؒ کے ہمراہ بازار جا رہے تھے۔ دیکھا کہ امیر حسنؒ ایک دکان پر بیٹھے روٹی بیچ رہے ہیں۔ امیر خسروؒ ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور پوچھا۔ روٹی کیونکر بیچتا ہے۔ حسنؒ نے جواب دیا کہ میں ترازو کے ایک پلّہ میں روٹی رکھ کر خریدار سے کہتا ہوں کہ زر دوسرے پلّہ میں رکھ۔ امیر خسروؒ

اس سے کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ امیر خسروؒ کے دوست بن گئے۔ اور دوستی یہاں تک بڑھی کہ ایک زمانہ میں امیر خسروؒ شہزادہ محمدؒ بن سلطان غیاث الدینؒ بلبنؒ حاکم ملتان کے مصحف دار اور خواجہ حسنؒ دوات دار ہوئے۔

لاہور میں آمد

آپ اپنی کتاب فوائد الفواد میں اپنے لاہور آنے کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔ "سخن در مزار لہاور افتاد بر لفظ مبارک راند کہ بسیار بزرگان آنجا خفتہ اند بعد ازاں بندہ را پرسید کہ تو لہاور دیدہ بندہ گفت آری! دیدہ ام و زیارت بعض بزرگان کردہ ام چوں شیخ حسین زنجانیؒ و اولیاء دیگر بعد ازاں بر لفظ مبارک راند کہ شیخ حسین زنجانیؒ و شیخ علی ہجویریؒ" یعنی لاہور کے مزارات کے بابت گفتگو شروع ہوئی، تو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے پوچھا۔ کہ تو نے لاہور دیکھا ہے۔ عرض کی کہ دیکھا ہے۔ بلکہ اکثر بزرگوں کے مزارات کی زیارت بھی کی ہے۔ مثلاً شیخ حسین زنجانیؒ اور دیگر اولیاءؒ۔

سلطان شمس الدین التمش کی رسم تاجپوشی بھی لاہور میں ہوئی تھی۔ تاریخ مبارک شاہی کے بعض قدیم نسخوں سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان محمد گورنر لاہور و ملتان تاتاریوں کے ہاتھوں اپنے باغ میں شہید ہوا جو کہ دریائے راوی کے کنارے واقع تھا۔ اور حضرت امیر خسروؒ اور خواجہ امیر حسن سنجریؒ آپ کے

ساتھ رہا کرتے تھے۔

تصنیفات:-

آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات بعنوان فوائد الفوائد جمع کئے۔ یہ ۱۳۰۷ء سے ۱۳۱۹ء تک کے ملفوظات میں جو کہ ایک بے مثل کتاب ہے، بلکہ سچ پوچھیے تو ملفوظات کی یہ کتاب اپنی نوعیت کی واحد اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ مؤلف سیر الاولیاءؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر خسروؒ فرمایا کرتے تھے "کہ کاش فوائد الفوائد میری طرف منسوب ہوتی۔ اور میری تمام تصانیف امیر حسنؒ کے نام ہو تیں"۔

وفات ۱۳۳۵ء میں ہوئی۔ اور بمقام دیوگری جہاں کہ آپ سلطان محمد تغلق کے حکم سے گئے ہوئے تھے، مدفون ہوئے۔

خزینۃ الاصفیاء۔ صفحہ ۳۴۴

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ

اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخؒ کی طرح آپ بھی لاہور تشریف نہ لائے تھے۔ مگر آپ کے آباؤ اجداد کا لاہور سے خاص تعلق رہا ہے۔ شیخ نصیر الدینؒ کے دادا شیخ عبداللطیف یزدیؒ خراسان سے لاہور تشریف لائے تھے۔ اور یہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ آنجناب کے والد ماجد شیخ محمود یحییٰؒ شہر لاہور میں ہی پیدا ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد اودھ میں منتقل ہو گئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔ جدِ بزرگوارش عبداللطیف یزدیؒ و پدر عالی گوہری یحییٰ نام داشت واز سادات حسنی بودند و تولد والد ماجدری در لاہور بودؒ۔

(خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۳۵۳، سیر العارفین جلد دوم ص ۴۰، ہفت اقطاب ص ۵۰۶)

آپ کا اسم گرامی محمود۔ لقب چراغ دہلی اور نصیر الدین گنج تھا۔ آپ کی ولادت اودھ کے خطہ میں ہوئی۔ آپ حسنی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ نو سال کی عمر میں والد ماجد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ تعلیم و تربیت والدہ ماجدہ کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ آپ طفلی سے ہی نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ چہرے سے آثارِ ولایت و بزرگی ظاہر ہوتی تھی شروع میں آپ نے مولانا عبدالکریم شروانی سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا افتخار الدین محمد گیلانیؒ سے علم حاصل کیا۔ اور ۴۳ سال کی عمر میں

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرّف ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول ہو گئے۔ کئی کئی دن تک کھانا تناول نہ فرماتے۔ چندے شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ اپنے وطن میں اپنی والدہ کے پاس واپس آ گئے۔ اور گاہے گاہے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں دہلی حاضر ہوتے۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ مستقل طور پر دہلی میں تشریف لے آئے۔ اور اپنے مرشد کے خاص حجرے میں جو جماعت خانے میں تھا، رہائش اختیار فرمائی۔

حضرت سلطان المشائخؒ نے آپ کو دہلی میں اپنا جانشین بنایا اور اپنی وفات کے وقت جو تبرکات ان کو خواجگانِ چشت سے ملے تھے ان کو عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے مسند ہدایت پر بیٹھ کر لوگوں کی اصلاح کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان پر توجہ فرماتے۔ دینی اور دنیاوی تعلیم دیتے۔ اور روحانی تسکین کا سبب بنتے۔ آپ کی خانقاہ میں مریدوں اور طالبوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ آپ کو پل بھر بھی آرام لینے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں۔ مگر آپ نے ان کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ بادشاہ کی وفات کے بعد جب فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا، تو وہ آپ کی بہت عزت کرنے لگا۔ بقول سراج عفیف مؤلف تاریخ

فیروز شاہی حضرت شیخ نصیر الدینؒ نے بادشاہ کو پیغام بھیجا۔ کہ آپ وعدہ کریں۔ کہ خلقِ خدا کے ساتھ عدل وانصاف کرو گے۔ چنانچہ فیروز شاہ نے جواب دیا کہ میں خدا کے بندوں سے حلم اور بردباری سے پیش آؤں گا۔ سلسلہ چشت کے دوسرے عظیم المرتبت بزرگوں کی طرح آپ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے۔ مگر مزامیر کے ساتھ پسند نہ فرماتے تھے۔

۱۳۵۳ء میں ایک قلندر تراب نامی نے آپ کو دہلی میں اپنی خانقاہ کے حجرے میں چاقوؤں کے بارہ وار کر کے سخت زخمی کر دیا۔ جس سے تین سال بعد ۱۳۵۹ء میں رمضان المبارک میں آپ کی وفات ہو گئی۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت سلطان المشائخؒ کا خرقہ مبارک میرے سینے پر۔ ان کا عصا میرے پہلو میں۔ ان کی تسبیح میری شہادت کی انگلی میں۔ کاسہ میرے سر کے نیچے اور کھڑاویں میری بغل میں رکھ دی جائیں۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو درازؒ۔ بندہ نواز نے آپ کو غسل دیا۔

آپ کے مشہور خلفاء یہ ہیں :-

۱۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ ۲۔ شیخ احمد تھانیسریؒ ، شیخ قوام الدین احمدؒ۔ شیخ صدر الدینؒ۔ شیخ سراج الدینؒ۔ شیخ یوسف چنبلی شیخ محمد متوکل کنتوریؒ۔ شیخ عبد المقتدرؒ۔ خواجہ کمال الدینؒ (احمد آباد) شیخ دانیال وغیرہ۔ سید جلال الدین بخاریؒ مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے بھی بقول شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ آپ سے خرقۂ خلافت حاصل

کیا تھا۔

خزینۃ الاصفیا مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے مکہ گئے۔ تو وہاں حضرت عبداللہ یافعیؒ سے ملے۔ انھوں نے مخدوم صاحبؒ سے فرمایا کہ اگرچہ دہلی کے بہت سے بزرگ وفات پا چکے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ نصیرالدینؒ کی ذات بابرکات کے طفیل اب بھی اسلام کا وجود باقی ہے۔ وہ "چراغ دہلی" ہیں۔ تمھیں ان کی خدمت میں جانا چاہیے آپ مکہ مکرمہ سے دہلی تشریف لائے تو انھوں نے تمام بات بالتفصیل سنائی۔ چنانچہ آپ نے خاندانِ چشت کے خرقۂ خلافت سے ان کو سرفراز فرمایا۔ اور اس روز سے آپ دہلی میں "چراغ دہلی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ملفوظات کے دو مجموعے ہیں:-

۱۔ "خیر المجالس"۔ اس کے مرتب وجامع حمید شاعر قلندر تھے۔ اگرچہ قلندر صاحبؒ حضرت محبوبؒ الٰہی کے مرید تھے مگر آپ کی مجالس میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔ پہلے انھوں نے شیخ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات اکٹھے کیے اور پھر حضرت نصیرالدین چراغؒ دہلی کے ملفوظات جمع کیے جس کا نام خیر المجالس رکھا گیا۔ اس کتاب کی تکمیل ایک سال میں یعنی ۱۳۵۶ء میں کر دی گئی۔ کراچی والوں نے اس کا ترجمہ دوبارہ شائع کر دیا ہے۔

(۲) دوسرا مجموعہ ملفوظات "مفتاح العاشقین" ہے جس کے جامع مولانا محب اللہ تھے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز چشتیؒ

آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ جب آپ سیر و سیاحت کے لیے نکلے۔ تو تمام مقامات مقدسہ ہندوستان کی درگاہوں پر تشریف لے گئے۔ دہلی۔ اجمیر۔ ناگور۔ احمد آباد گجرات کاٹھیاواڑ۔ ٹھٹھہ (سندھ) حیدر آباد سندھ۔ بلوچستان۔ افغانستان غرضیکہ سب مقامات پر گئے۔ افغانستان میں حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔ وہاں سے لاہور تشریف لائے۔ یہ سفر آپ نے ۷۷۵ ہجری بمطابق ۱۳۸۰ عیسوی میں کیا۔ لاہور پہنچے تو حضرت شیخ علی ہجویریؒ داتا گنج بخش کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ اور یہاں اکتیس دن تک قیام فرمایا۔ اس زمانۂ اقامت میں آپ نے اکثر بزرگانِ لاہور کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ اور خاص کر حضرت داتا صاحبؒ کی درگاہ سے فیوض روحانی حاصل کیے۔ حضرت گیسو درازؒ نے ۱۴۲۲ء میں وفات پائی۔ مزار گلبرگہ میں ہے۔

(تذکرہ خواجہ گیسو درازؒ۔ مصنفہ اقبال الدین احمدؒ صفحہ ۱۷)

سید محمد الحسینی اسم گرامی گیسو درازؒ بندہ نواز لقب ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲۱ء میں دہلی میں ہوئی۔ چار پانچ سال کی عمر میں اپنے والد مخدوم سید محمد یوسف المشہور شاہ راجہ قتال کے ساتھ جن کا مزار

دولت آباد کے قریب خلدآباد (ریاست حیدرآباد دکن) میں ہے سلطان محمد تغلق کے حکم سے دہلی سے دولت آباد آئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دس سال کی عمر تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا پندرہ برس کی عمر میں اپنی والدہ کے ہمراہ دہلی تشریف لے آئے۔ اور حضرت چراغ دہلیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر فیض و برکت حاصل کرنے لگے۔ حضرت چراغ دہلیؒ کی وفات ۱۳۵۶ء میں ہوئی۔ تو وفات سے تین روز قبل آپ کو خلافت عطا کی گئی۔ تو آپ نے ان کی مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی۔ ۱۳۹۸ء میں بعمر اسی سال امیر تیمور کے حملۂ دہلی کی وجہ سے دہلی سے دکن کی طرف چلے گئے اور گوالیار۔ چندیری۔ بڑودہ۔ کھمبایت۔ گجرات سے ہوتے ہوئے دولت آباد آگئے۔ اور پھر گلبرگہ تشریف لے گئے۔ جو اس زمانہ میں شاہانِ بہمنی کا دارالخلافہ تھا۔ جب دارالخلافہ گلبرگہ کے نزدیک پہنچے تو سلطان فیروز شاہ بہمنی نے اپنے درباریوں اور سادات کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ سلطان فیروز شاہ بہمنی کے انتقال کے بعد سلطان احمد شاہ بہمنی تخت نشین ہوا۔ تو وہ بھی آپ کا بہت معتقد ہوا۔ آپ نے دکن میں اشاعتِ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔

صوفیائے کرام میں سب سے پہلے جس ہستی نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ فرمائی وہ سید گیسو درازؒ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد آپ کی عمر کے مطابق ایک سو یا پانچ بتائی جاتی ہے۔ آپ شاعر

بھی تھے۔ ایک دیوان بھی موجود ہے۔ فارسی مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ موجود ہے۔ زیادہ تعداد آپ کی تصانیف کی فارسی میں ہیں۔ لیکن دکن میں ایک کتاب "معراج العاشقین" جو آپ نے تصنیف فرمائی، وہ قدیم دکنی یا اردو کی سب سے پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ آپ کے ملفوظات میں جوامع الکلم بہت مشہور ہے جو آپ کے بڑے صاحبزادے سید حسین المعروف بہ سید محمد اکبر حسینی نے جمع کیے تھے۔

آپ نے ۱۴۲۲ء مطابق ۸۲۵ھ میں بعمر ایک سو چار سال وفات پائی اور گلبرگہ میں دفن ہوئے۔ آج تک آپ کا مزار عالی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ جب آپ کے پیر و مرشد کو دفن کیا گیا تو خواجگانِ چشت کے جو نوادرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آ رہے تھے ان کے ساتھ ہی دفن کر دیئے گئے۔ تو سید محمد گیسو دراز نے جس پلنگ پر آپ کو غسل دیا تھا، اس کی ڈوریاں پلنگ سے نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیں۔ اور کہا کہ میرے لیے یہی خرقہ ہے اور دکن کو روانہ ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ شرح فقہ اکبر

۲۔ شرح فصوص الحکم ابن عربی۔

۳۔ اسماء الاسرار۔

۴- شرح رسالہ قشیریہ۔
۵- شرح تعارف
۶- شرح مشارق الانوار
۷- ترجمہ مشارق الانوار۔
۸- کلام اللہ کی تفسیر صوفیانہ رنگ میں۔
۹- رسالہ سیر النبیؐ۔
۱۰- فارسی شرح عوارف۔
۱۱- ترجمہ رسالہ ابن عربی۔
۱۲- حواشی بر تفسیر کشاف۔

شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری چشتیؒ

آپ عہد شیر شاہ سوری سے عہد جلال الدین اکبر تک شیخ الاسلامی کے عہدے پر فائز رہے۔ نہایت متقی تھے۔ اور خاندانِ چشت سے بیعت تھے۔ ہمیشہ کفر و بدعت کو تباہ کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ اُمرائے اثنا عشری آپ کے شدید دشمن تھے۔ انھوں نے بادشاہ کو آپ کی جانب سے بدظن کردیا اور بادشاہ نے آپ کو ملک بدر کردیا۔ عالمِ متشرع اور عارف متورع تھے۔ انھوں نے کلمہ محمدیؐ کے بجائے، لاالٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ کی سخت مخالفت و مزاحمت کی۔ چنانچہ آپ حج کرنے کے لیے چلے گئے۔ جب واپس آئے تو ان کو زہر دے دیا گیا۔ شیخ حاجی عبدالکریم چشتیؒ لاہوری آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ باپ کی وفات پر لاہور آگئے۔ مخدوم الملک عبداللہ انصاریؒ لاہور بھی کئی مرتبہ آئے تھے۔ اور ان کے لاہور میں مکانات بھی تھے۔

آپ کی تالیفات میں منہاج الدین۔ عفیفۃ الانبیاء اور کشف الغمہ مشہور کتب ہیں۔

وفات:۔ زہر کی وجہ سے آپ کی وفات ۱۰۰۶ھ مطابق ۱۵۹۷ء میں واقع ہوئی۔

(خزینۃ الاصفیا صفحہ ۴۲۷-۴۲۴ - حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۲۴)

شیخ احمد شوریانی چشتی قصوری

آپ قصور ضلع لاہور میں رہتے تھے۔ خواجہ غلام محی الدّین عبداللہ خویشگی چشتیؒ جو معارج الولایت اور اخبار الاولیاء کے مصنف تھے۔ آپ کے دادا تھے۔ بیعت آپ کی حضرت شیخ اسحاق بکاکوؒ لاہوری سے تھی۔ شیخ احمد قصور سے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں لاہور اکثر و بیشتر حاضر ہوا کرتے تھے۔ دور دراز سے علماء مسائل کی تحقیق میں آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ اس وجہ سے امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور شیخ عیسیٰ برہان پوریؒ آپ کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے شیخ عبداللطیف برہان پوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں دو آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک شیخ عبدالوہاب اور دوسرے شیخ احمد شوریانیؒ۔ آپ سے صرف ایک ہی تالیف منسوب ہے جس کا نام سوالات احمدی ردّ ملاحدہ ہے۔

وفات ۱۰۲۰ھ میں بعہد شہنشاہ نور الدّین جہانگیر قصور میں ہوئی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ برہان پور میں اگر کوئی شخص شیخ عبداللطیف کی خدمت میں برائے تحقیق مسائل وغیرہ جاتا تو وہ آپ کو قصور آپ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ (خزینۃ الاصفیا صـ۴۴۷)

شاہ بہلول برکیؒ چشتی صابریؒ

آپ سیّد محمد سعید المخاطب بہ میراں شاہ بھیکہ چشتی صابریؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ قوم کے افغان تھے۔ جالندھر میں اقامت گزیں تھے۔ نہایت عالم فاضل تھے۔ علوم معقول و منقول سے بخوبی واقف تھے۔ علوم ظاہری سید عتیق اللہ جالندھری اور سیّد عبدالرشید سے حاصل کیے۔ وضع قلندرانہ تھی۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے۔ اور شاہ بلاق قادری لاہوری سے فیوض و برکات حاصل کیے۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں فوائد الاسرار اور شرح دیوانِ حافظ بہت مشہور ہیں۔

آپ کے ممتاز شاگردوں میں عظمت خاں برکی۔ سیہا چند نادر سید علیم اللہ جالندھری وغیرہ تھے۔

وفات ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں ہوئی۔ اور مزار جالندھر میں ہے۔

(حدیقۃ الاولیا صـ۷۹، خزینۃ الاصفیا صـ۴۹۸)

محبّ النبیؐ فخر الدین چشتی دہلویؒ

خلاصۃ التواریخ مشائخ چشتیہ مولفہ مولا بخش چشتی میں تحریر ہے کہ حضرت محمد فخر الدین چشتی محب النبیؐ ایک دفعہ جب دہلی سے پاک پٹن جا رہے تھے تو آپ براستہ لاہور وہاں گئے۔ قیام لاہور میں آپ نے یہاں آٹھ راتیں گزاریں۔ اور یہاں مختلف مزارات پر حاضری دی۔ اور لاہور کے مشائخ سے ملے۔ بالخصوص لاہور میں سید محرم اللہ نقشبندی سے ملے۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے مزار پُر انوار پر معتکف رہے۔ دوسرے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ حضرت میاں میرؒ قادری کے مزار پر تین یوم تک رہے۔

نسب آبائے کرام حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملتا ہے اور نسب مادری حضرت سید محمد گیسو درازؒ تک پہنچتا ہے۔ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ اور محب النبی کا لقب آپ کو سلطان الہند حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ نے عنایت فرمایا۔ اور حضرت خواجہ صاحب ہی کے حکم سے آپ دکن سے دہلی آئے تھے۔

(حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صـ۱۳ ۔ خزینۃ الاصفیا صـ۴۹۹)

حدیقۃ الاسرار میں لکھا ہے "بعد ازاں پا پیادہ بہ زیارات حضرات چشتیہ در اجمیر شریف رفتند و در اجودھن مشرف شدند۔ و در پانی پت

و در لاہور زیارات بزرگان ، چنانچہ بُو علی قلندر و مخدوم علی ہجویری کردند۔"

آپ کی ولادت ۱۱۷۱ھ میں اورنگ آباد میں ہوئی۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی نے آپ کا نام فخر الدین رکھا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی شاہ نظام الدین اورنگ آبادی تھا، جو حضرت سیّد محمد گیسو دراز بندہ نواز کی اولاد سے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مولانا عبدالحکیم، حافظ اسعد اللہ انصاریؒ - میاں محمد جان اورنگ آبادیؒ سے حاصل کی۔ والد بزرگوار کی وفات پر آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ ۱۹ سال کی عمر میں آپ نے شاہی لشکر میں ملازمت اختیار کرلی۔ دن کو نوکری کرتے اور ساری رات عبادت کرتے۔ کچھ عرصہ بعد آپ ملازمت ترک کر کے واپس اورنگ آباد آگئے۔ اور مسندِ ہدایت کو مزیّن فرمایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی شہرت سارے دکن میں پھیل گئی۔ پچیس سال کی عمر میں آپ اورنگ آباد سے دہلی پاپیادہ تشریف لائے۔ قیام دہلی میں آپ نے اولیاءِ چشتیہ دہلی کے مزارات پر حاضری دی۔ اور پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اس زمانہ میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے آپ سے بیعت کی۔ دہلی سے آپ اجمیر شریف گئے اور وہاں سے پاک پٹن شریف گئے۔ قیام پاکپٹن شریف میں آپ نے ریاضت اور مجاہدہ میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ وہاں آپ ہر رات ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے

سکتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد واپس دہلی تشریف لے گئے۔ اور اجمیری دروازہ میں واقع مدرسہ امیر غازی الدّین خان فیروز جنگ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ علمِ حدیث آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ سے حاصل کیا۔

آپ کے خلفاء میں سے درج ذیل بزرگ بہت مشہور ہیں :۔

۱۔ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ

۲۔ مولانا جمال الدّین رامپوریؒ۔

۳۔ میر شمس الدّین چشتیؒ۔

۴۔ شاہ نیاز احمد بریلوی چشتی فخری نظامیؒ۔

۵۔ میر ضیاء الدّین جے پوریؒ۔

۶۔ سیّد بدیع الدّینؒ۔

۷۔ نواب نظام الملک غازی الدّین خانؒ مصنّف مناقبِ فخریہ۔

۸۔ اکبر شاہ ثانی بادشاہِ دہلیؒ۔

۹۔ ابو ظفر بہادر شاہ ثانیؒ

۱۰۔ حضرت حاجی لعل محمدؒ

آپ کی تصانیف درجِ ذیل ہیں :۔

۱۔ رسالہ فخر الحسن۔

۲۔ رسالہ مرجیہ۔

۳۔ رسالہ عقائد نظامیہ۔

آنجناب نے ۱۷۸۱ء بمطابق ۱۱۹۵ھ میں بمقام دہلی وصال فرمایا۔ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار اقدس کے قریب میں دفن ہوئے۔

اپنی سیر وسیاحت کے دوران آپ نے ان بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی :-

۱۔ سید علی ہجویریؒ داتا گنج بخش لاہور۔
۲۔ حضرت میاں میر قادریؒ لاہور۔
۳۔ حضرت بوعلی قلندرؒ پانی پت۔
۴۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی۔
۵۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آباد (دہلی)
۶۔ حضرت سید معین الدین چشتیؒ اجمیر شریف
۷۔ حضرت فرید الدین گنج شکر مسعودؒ پاک پٹن شریف
۸۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی۔
۹۔ حضرت شمس الدین ترکؒ پانی پت۔
۱۰۔ سید جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی۔

اخلاق عالیہ :-

اقتباس کتاب عقائد نظامیہ میں سید مسلم نظامی (خواہرزادہ) خواجہ محبوبؒ الٰہی لکھتے ہیں کہ آپ ماہر شریعت و طریقت اور عارف باللہ تھے۔ جب عوام الناس سے گفتگو کرتے تو حضرت یا صاحب

کہہ کر مخاطب کرتے۔ سوتے وقت کتاب فوائد الفواد سینے یا سر کے نزدیک رکھتے تھے۔ دوستوں کی غمخواری اور پرورش میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ رمضان شریف میں تمام رات بیدار رہتے تھے۔ اور سب ہمراہیوں کی قہوہ، شکر، دودھ سے ضیافت کرتے تھے۔ سیّدوں پیرزادوں اور سفید پوش شرفاء کو چپکے چپکے بہت کچھ دیتے رہتے تھے غریبوں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مظہر جانِ جاناں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور آپؒ کی دعوت کی۔ تینوں حضرات وقت مقررہ پر تشریف لے گئے۔ مگر صاحب خانہ کو دعوت کا اہتمام کرنا یاد نہ رہا۔ اور آپ لوگوں نے درگزر فرمایا اور واپس آگئے تمام کاموں میں سنّت نبویؐ کی پیروی لازمی رکھتے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفرؔ نے آپ کو اس طرح خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:۔

جس کو حضرت نے کہا الفقر و فخری لے ظفرؔ
فخرِ دین فخر جہاں پر وہ فقیری ختم ہے
اے ظفرؔ کیا بتاؤں تجھ سے کہ جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخرِ دین کے کفش برداروں میں ہوں

نیز انھوں نے آپ کی تاریخ وفات ۲۷ جمادی الاخری ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء بعمر ۹۳ سال تحریر کی ہے۔ مصنف تفسیر عزیزی حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے مقدمہ میں حضرت مولانا کی بہت تعریف کی ہے۔

خواجہ نور محمد چشتی مہاروی رحؒ

لاہور میں آمد

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحؒ جن دنوں ڈیرہ غازیخاں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے تھے۔ تو وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد خواجہ صاحب رحؒ محکم دین سیرآنی کے ساتھ لاہور آگئے۔ محکم دین۔ خواجہ صاحب کے دوست اور ہم سبق تھے۔ ان کے مزاج میں ذرا تیزی زیادہ تھی، اور اسی وجہ سے وہ مدت العمر مجرد رہے۔ شاہ صاحب اُن کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

"مرد خوب صاحب شوق ولے بزرگ بودہ اند"

(مناقب المحبوبین)

جب خواجہ صاحب رحؒ لاہور آئے تھے تو ان کے والدین کو اس کی خبر نہ تھی۔ چنانچہ بہت عرصہ تک ان کو سخت پریشانی رہی۔

لاہور میں خواجہ صاحب رحؒ سخت تکلیفیں اٹھاتے تھے، اور علم حاصل کرتے تھے۔ بعض اوقات انھیں گداگری کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑا۔ لیکن ذوق و شوق میں کبھی کمی نہ آئی، بلکہ زیادہ انہماک کے ساتھ کسبِ علوم میں مشغول رہے۔

لاہور سے خواجہ نور محمد رحؒ نے تکمیل علم کے لیے دہلی کا رُخ کیا۔ اور

حضرت مولانا محمد فخر الدینؒ اورنگ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
(سفینۃ الاقطاب صفحہ ۶۶، تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۳۵-۵۳۶،
حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار مؤلفہ خواجہ امام بخش صفحہ ۱۵)

آپ کا نام ماں باپ نے بہبل رکھا تھا۔ مگر آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ فخر الدینؒ محب نبی نے نور محمدؒ سے بدل دیا۔ آپ کے والد ماجد کا نام ال تھا۔ اور والدہ کا عاقل بی بی۔ آپ قبیلہ کھرل سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۷۳۹ء میں قصبہ چوٹالہ جو مہار شریف سے مشرق کی جانب ریاست بہاول پور میں تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ پیدا ہوئے۔ مہار شریف قصبہ پاک پٹن شریف سے ۳۵ کوس مغرب کی جانب واقع ہے۔ آپ نے حافظ محمد مسعود سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اور بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے ڈیرہ غازی خاں چلے گئے۔ جہاں آپ نے شرح جامی ملا سے پڑھی۔ ڈیرہ غازی خاں سے لاہور آئے۔ اور یہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔ اور مدرسہ نواب غازی الدین خاں میں داخلہ لیا۔ قیام دہلی میں آپ نے حضرت شاہ فخر الدین محب نبی سے بیعت کی۔ یہ واقعہ ۱۷۵۱ء کا ہے۔ حضرت شاہ فخرؒ کے دہلی آنے کے بعد سب سے پہلی بیعت آپ نے ہی کی جو کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار اقدس پر ہوئی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ پاک پٹن گئے۔ کئی ماہ پاک پٹن رہنے کے بعد دونوں حضرات دہلی واپس ہوئے۔ وہاں جا کر حضرت شاہ فخرؒ نے آپ کو خرقہ

خلافت عطا فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اپنے وطن واپس جا کر ارشاد و تبلیغ کرو۔ چنانچہ آپ نے چشتیہ سلسلہ میں بیعت لینی شروع کی۔ یہاں حضرت شاہ محمد سلیمانؒ تونسوی آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ اتباع شریعت پر خاص زور دیا کرتے تھے۔ اور خلافِ سنت بات برداشت ہی نہ کر سکتے تھے۔ حسنِ اخلاق کے پیکر تھے۔ نیز وحدت الوجود کے قائل تھے۔ مگر عوام سے اس مسئلے پر گفتگو نہ فرماتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کا آپ کو بے حد قلق ہوا۔ ان کی وفات کے بعد آپ صرف ساڑھے چھ سال حیات رہے۔ وفات کے بعد نواب بہاولپور نے آپ کا مقبرہ نہایت عالیشان بنوایا۔ اور ساتھ ہی ایک وسیع و عریض سرائے بھی بنوائی۔

غرضیکہ آپ نے ۱۷۹۱ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اقدس چشتیاں ریاست بہاول پور میں واقع ہے۔ اس قصبہ کو تاج سرور بھی کہتے ہیں۔ جو کہ بابا فریدالدینؒ گنج شکر کے پوتے اور شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے بیٹے تاج سرور کے نام سے موسوم ہے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے حضرت میاں نور محمدؒ ثانی نارو والہ، قصبہ حاجی پور نزد ڈیرہ غازیخان قاضی عاقل محمدؒ ساکنہ مٹھن کوٹ۔ قاضی عقیقت اللہؒ، حافظ غلام حسینؒ۔ قاضی عزیز اللہؒ، حافظ محمد جمالؒ ملتانی بہت مشہور ہیں۔

آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے ہیں :-

پہلا مجموعہ خلاصۃ الفوائد قاضی محمد عمر سعید پوری نے مرتب کیا۔
اور دوسرا خیر الافکار جس کے جامع مولوی محمد گیلوی ہیں۔

اولاد :-

آنجناب کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔

۱- خواجہ نور الصمد - ۲- خواجہ نور احمد - ۳- خواجہ نور حسن -
۴- زینت مستور - ۵- صاحبہ خاتون -

شیخ محمد سعید چشتی صابری شرقپوریؒ

شیخ محمد سعید چشتی صابریؒ خوجہ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور تجارت کرتے تھے۔ یعنی ایک جگہ سے غلہ خرید کر دوسری جگہ فروخت کرتے تھے۔ بلکہ اکثر مضافات شرقپور شریف سے مال خرید کر برائے فروخت لاہور لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیل گاڑی پر غلہ خرید کر فروخت کرنے کے لیے لاہور لا رہے تھے کہ راستہ میں قصبہ شاہ پور سے اتر کر جب متصل گنبد کہنہ مدرسہ عالیہ پہنچے۔ تو ان کا بیل گر پڑا۔ اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آپ بہت پریشان ہوئے۔ اور آدھی رات ہو گئی۔ آپ وہاں اکیلے ہی تھے کہ ایک سوار برقعہ پوش وہاں آیا جس نے بیل کو اٹھا دیا۔ اور وہ تندرست تھا۔ آپ نے سوار سے دریافت کیا۔ کہ آنجناب کا اسم گرامی کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہٗ ہوں اور تیری امداد کو آیا ہوں۔ اس سے حضرت محمد سعیدؒ کی دنیا ہی بدل گئی۔ اور انھوں نے واپس شرقپور شریف جا کر اپنا سب مال و اسباب اللہ کے راستے میں لٹا دیا۔ اور خود ملتان حضرت شاہ مرادؒ سے بیعت کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کے بعد آپ مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

اور بہت جلد اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ یہ زمانہ سکھ گردی کا تھا اور راستے بالکل غیر محفوظ تھے۔ آپ کا سلسلہ مرشدی شیخ، نظام الدین بلخیؒ سے ملتا ہے۔ آپ جامع کرامت و خوارق تھے۔ اور بے شمار خدا کی خلقت نے آپ سے ہدایت پائی۔ آپ کی آمد لاہور میں بہت زیادہ رہتی تھی۔

وفات حضرت شیخ صاحب کی ۱۷۹۹ء میں ہوئی اور مزار عالی شرق پور شریف میں ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۵۲)

شاہ محمد سلیمان چشتی تونسوی

خلاصۃ التواریخ مشائخ چشتیہ، مؤلفہ مولا بخش چشتی نظامی ؒ —
"نافع السالکین" یعنی تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی ؒ مرتبہ مولانا امام الدین"
"سیرت سلیمان" مؤلفہ مولوی محمد صالح بلوچ، اور "تاریخ مشائخ چشت"
مصنفہ خلیق احمد نظامی ؒ وغیرہ کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر
ثابت نہیں ہوتی، کہ آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ آنجناب کا تذکرہ
اس کتاب کی زینت اس لیے کیا گیا ہے کہ جب سکھوں کے ظلم و ستم اور
غارت گری سے تمام پنجاب بالخصوص لاہور کا علاقہ تباہ و برباد اور ویران
ہو رہا تھا، سرزمین لاہور سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور پھر
سکھوں کا قبضہ ہوا تو آپ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی عَلٰی اِسْتَعْدَادِ مُتَجَلّٰی لَہٗ

یعنی کار ما مسلماناں در ناشائستگی از حد گذشتہ کہ ایشاں در ملک
غلبہ کردند۔ پھر یہ پڑھا۔

چشم عبرت بر کشا و قدرت حق را ببین
شامتِ اعمال ما ایں صورت نادر گرفت

(نافع السالکین صفحہ ۱۸۲)

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد مہاروی ؒ لاہور تشریف لائے

تھے۔ اور ان کے پیر و مرشد محب النبی خواجہ فخر الدین چشتی دہلوی بھی لاہور تشریف لائے تھے۔ مزید براں آپکے خلفاء میں سے خواجہ اللہ بخش تونسوی لاہور تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور سید چراغ علی شاہ چشتی لاہوری سے ملتے رہے۔

پیدائش سنہ ۱۷۷۰ء ۱۱۸۴ھ میں بمقام گڑھ گوجی ہوئی۔ والد ماجد کا نام زکریا بن عبد الوہاب تھا۔ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے۔ والدہ نے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ آپ کا ایک بھائی خواجہ یوسف اور چار بہنیں تھیں۔ شروع سے ہی طبیعت کا میلان مذہب کی طرف تھا۔ اس لیے تکمیل علم کے لیے تونسہ شریف پہنچے۔ وہاں سے آپ مٹھن کوٹ میں محمد عاقل کے مدرسہ میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے چلے آئے۔ یہاں آپ نے سنا کہ خواجہ نور محمد مہاروی اوچ میں تشریف لائے ہیں، وہاں پہنچے، اور فوراً بیعت کی۔ اس کے بعد آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے حضرت شاہ فخر دہلوی کی خدمت میں دہلی براستہ دلادر۔ جودھپور۔ اجمیر۔ جے پور اور ریواڑی ۱۷۸۴ء میں پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ شاہ فخر صاحب وصال فرما چکے ہیں۔ وہاں آپ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء۔ خواجہ فخر الدین دہلوی اور امیر خسرو کے مزارات پر حاضری دی۔ پھر وطن واپس آئے اور پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی خدمت اقدس میں رہنے لگے۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ مہاروی سے بیعت کی۔ اور چھ سال

تک آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کو خلافت عطا ہوئی۔ اور تونسہ شریف میں قیام کی ہدایت ہوئی۔ اور ساٹھ سال تک آپ تونسہ شریف میں رشد و ہدایت کے دریا بہاتے رہے تونسہ شریف کا قصبہ ڈیرہ غازی خاں سے تئیس میل کے فاصلے پر ہے۔ قیام تونسہ کے دوران آپ کی شہرت چار دانگ کے عالم میں پھیل گئی۔ لوگ اکناف عالم سے اس سرچشمۂ ہدایت کی طرف آنے لگے۔ اور بے شمار انسان بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، بلکہ یہاں تک کہ نواب بہاول خاں والئ ریاست بہاول پور آپ کے خدام میں شامل ہو گئے۔ آپ نے یہاں ایک اعلیٰ دینی مدرسہ قائم کیا۔ جس میں دور دراز سے آنے والے طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس مدرسہ میں چالیس استاد تھے۔ اساتذہ کے لیے مکانات بھی بنوائے گئے تھے۔ طلبا اور اساتذہ کو دونوں وقت کھانا لنگر سے ملتا تھا۔ غرضیکہ تونسہ شریف کی حیثیت آپ کے زمانہ میں ایک دارالعلوم کی تھی۔ خاص شاگردوں اور مریدوں کو آپ خود درس دیا کرتے تھے۔ نواب بہاول خاں ثانیؒ نے پہلی مسجد کی جگہ جس کو میاں برخوردار نے بنوایا تھا۔ نئی مسجد بنوائی۔

نواب بہاول خاں اوّل کے علاوہ شاہ شجاع والئ افغانستان بھی آپ کی خانقاہ عالیہ میں نہایت عقیدت مندی سے حاضر ہوا تھا۔ نواب محمد صادق خاں پسر نواب بہاول خاں عباسی آپ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ بلکہ نواب بہاول خاں ثانیؒ جب تخت نشین ہوا،

تو اس نے آپ کی خدمت میں نذرانہ بھیجا تھا۔ جو آپ نے مساکین میں تقسیم کر دیا تھا۔ پھر جب نواب رحیم یار خاں، نواب بہاول خاں ثالث والی ریاست تھا تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دستار باندھی۔

آپ کردار کاق اسلام کی تکمیل کا بے انتہا خیال رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی سی انکساری پیدا کرنی چاہیے۔ شراب خوری۔ زنا غرور سے بُری صحبت سے کنارہ کشی کی ہدایت فرماتے۔ صوفیائے کرام کو دنیاداری سے دینداری کی طرف بلاتے تھے۔ اور علماء کی بے راہ روی سے نالاں تھے۔ اطاعتِ رسولؐ کی تلقین فرمایا کرتے۔

آپ کی اولاد میں دو فرزند تھے

۱۔ خواجہ گل محمدؒ (۲) خواجہ درویش محمدؒ

چونکہ دونوں آپ کی حیات میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ اس لیے آپ کے پوتے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ نامور خلفاء میں سے مولوی امام الدینؒ مصنف نافع السالکین۔ حاجی نجم الدینؒ مصنف مناقب المحبوبین مولوی امام الدینؒ ڈھڈی لاہوری۔ حافظ محمد علی خیرآبادی۔ مولوی نور محمد نارووالہ۔ اور شمس العارفین خواجہ شمس الدینؒ سیالوی۔ خواجہ احمد میروی (میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ)، خواجہ اللہ بخش تونسویؒ، خواجہ فیض بخش للّٰہی ضلع جہلم ہوئے ہیں۔ ان میں سے بہت نے سلسلہ عالیہ چشتیہ فخریہ کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۰ء میں ہوئی۔ نواب بہاولپور نے ستر ہزار روپیہ کے خرچ سے سنگِ مرمر کا ایک نہایت عظیم الشان مقبرہ بنوایا۔ مادۂ تاریخ "غریب نواز" ہے۔

میاں غلام مصطفیٰ چشتی وزیر آبادی

آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شیخ اللہ دتہ چشتی صابری سے بیعت کی تھی۔ جن کا سلسلہ مرشدی شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری تک پہنچتا ہے۔ آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے۔ تو اپنے مرید سیّد چراغ علی شاہ چشتی کے ہاں قیام فرماتے۔ جب آخری دفعہ لاہور آئے۔ تو روانگی کے وقت مزار پر انوار حضرت شاہ کمال چشتی بیرون مستی دروازہ قیام فرمایا۔ اور پھر اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔

سیّد چراغ علی شاہ چشتی لاہوری آپ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ جن کا اس کتاب میں علیحدہ ذکر موجود ہے۔

وفات:۔

آپ کی وفات ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ بمطابق ۱۸۵۱ء میں ہوئی۔
(خزینۃ الاصفیا صفحہ ۵۱۵ ــــــ سوانح عمری سیّد چراغ علی شاہ سبزواری صفحہ ۶۷-۶۴)

خلیفہ اللہ دتہ چشتیؒ

خلیفہ صاحب موضع ڈھانہ بھکی متصل شیخوپورہ ضلع گوجرانوالہ تحصیل حافظ آباد میں تشریف رکھتے تھے۔ یہی موضع آپ کا اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے تولد و مسکن تھا۔ آپ واصل باللہ برگزیدہ اولیائے کرام سے تھے۔ خرق عادات وکشف کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔

کبھی کبھی اتفاقاتِ زمانہ اور کششِ آب ودانہ کی وجہ سے آپ لاہور میں تشریف لاتے تو بمقام حلقہ مزارات عالیات واقعہ میدان زین خاں میں نزولِ اجلال فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں پر چند قبور مردانِ خدا از خاندان چشتیہ موجود ہیں۔ اس لیے اس مقام مطاہر میں اکثر دور دراز مقامات سے لوگ زیارت کے واسطے تشریف لاتے ہیں۔

حضرت سیّد چراغ علی شاہ چشتی سبزواریؒ بھی اکثر یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کی آپ سے ملاقات اسی میدان زین خاں میں ہوئی تھی۔ اور آپ اپنے وطن سے جب بھی لاہور تشریف لاتے تو شاہ صاحب کے ہاں بھی قیام فرماتے۔ آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شیخ کریم الدین سے تھی۔ آپ کے ممتاز خلفاء میں سے مولوی غلام مصطفٰےؒ ہیں۔ جن کے مرید سیّد چراغ علی شاہؒ ہیں۔

وفات آنجناب کی ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار پُر انوار قریب تربت حضرت میراں سید بلبل صاحبؒ جن کے آپ آباؤ اجداد سے مالک و متولی تھے بنایا گیا۔ جو اب بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔

(سوانح عمری سید چراغ علیشاہؒ ص ۸۸)

خواجہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری

ولادت :۔ ۵ رجب المرجب ۱۲۲۰ھ بروز چہار شنبہ وقت مغرب بمقام بلاس پور مطابق ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔

والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شاہ محمد عبداللہ قدوسی اور والدہ ماجدہ کا بی بی خدیجہ بیگم بنت حکیم بایزید قدوسی سلسلہ بیعت اس طرح ہے۔ شاہ محمد حسنؒ مرید شاہ امیرؒ کے وہ میاں غلام شاہ مصطفیٰؒ کے وہ شاہ عبدالکریمؒ مصطفیٰ آبادی کے، وہ شاہ عنایت جیو ہیلولوڑیؒ کے، وہ میراں شاہ بھیکھ چشتی کے، وہ ابوالمعالی عمدی انبیٹھری کے، وہ شیخ داؤد گنگوہیؒ کے، وہ شیخ محمد صادق گنگوہی کے، وہ شیخ ابوسعید گنگوہیؒ کے، وہ حضرت شاہ نظام الدین بلخیؒ کے، وہ شاہ جلال الدین تھانیسریؒ کے۔

۱۸۱۴ء ۱۲۳۰ھ میں آپ با اجازت عم مکرم شاہ محمد امیرؒ قطب الارشاد کے دس سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے ملاقات ہوئی۔ جن سے آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔ آپ نے ان سے فصوص الحکم۔ فتوحات مکی تفسیر جلالین۔ تفسیر مدارک پڑھی۔ اور چند نایاب تصانیف قلمی احلال النبوت (تصنیف حضرت ابوہریرہؓ)
مسعود النبوت (تصنیف حضرت عبداللہ بن عباسؓ)

زبدۃ النبوۃ تصنیف حضرت عبداللہ بن عمرؓ
آپ نے حضرت شاہ صاحب موصوف سے حاصل کیں۔ اور پھر اپنے
عم مکرم حضرت شاہ امیر قطب الارشاد سے بیعت کی۔

سیر و سیاحت :۔

تعمیل مرشد میں آپ نے بتیس سال تک تمام دنیائے اسلام کے مشہور شہروں میں اہل اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور ان ممالک کی سیر کی جن میں ہندوستان، افغانستان، ایران، روم، مصر، شام اور عرب شامل ہیں اس طرح آپ نے ۸۵۴ - اہل اللہ کے مزارات پر حاضری دی۔ اور واپس مصطفیٰ آباد (رامپور) تشریف لے آئے۔

رام پور سے آنجناب پھر براستہ خشکی پاپیادہ بیت المقدس اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں حدِ طیبہ کا ساڑھے پندرہ برس تک طواف کیا۔ آپ کو دو سو چودہ نسبتیں حاصل تھیں۔

لاہور میں آمد

آپ اکثر و بیشتر لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ اور ڈاکٹر شہادت علی چیفس کالج کے مکان پر رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ براستہ لاہور بنیر ریاست سوات بھی تشریف لے گئے۔ قیام لاہور میں آپ کے مریدین ڈاکٹر صاحب کے مکان پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ لاہور سے آپ پاک پٹن شریف بھی حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر اکثر حاضری

دیا کرتے تھے۔

تصانیف :-

آپ نے بے شمار تالیفات فرمائیں جن میں سے تاریخ آئینہ تصوف اور حقیقت گلزارِ صابری بہت مشہور ہیں ۔

دوسری تصانیف میں احدیت ذالواحدیت - اسرارِ محمدی - بیان حقیقت محمدی - دیوانِ محمدی - وحدت الشہود وغیرہ معروف ہیں۔

وفات :-

۲۵ شعبان ۱۳۱۲ھ بروز جمعرات مطابق ۱۸۹۴ء رام پور میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(تاریخ آئینہ تصوف)

خواجہ غلام فریدؒ چشتی

کتاب "ہشت اقطاب" کے صفحہ ۱۰۹ پر تحریر ہے کہ حضور نے اپنے پیر و مرشد شیخ اعظم مولانا فخر جہاںؒ کے وصال کے بعد چوتھے سال ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں حج مبارک کا ارادہ فرمایا۔ براستہ ملتان، لاہور، بمبئی سے جہاز پر سوار ہونے کے عزم سے آپ روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچتے پہنچتے آپ نے چھتیس ہزار روپے خیرات کیے۔ ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے شہروں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا۔ مقامات مقدسہ کی زیارت فرمائی۔ فیوض و برکات حاصل کیے۔ اور اگلے سال حج سے واپسی عمل میں آئی۔

آنجناب کا اسم گرامی غلام فرید۔ والد ماجد کا نام نامی خواجہ خدا بخشؒ تھا۔ سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ نسبتاً فاروقی ہیں۔ آپ کے پردادا مخدوم محمد شریف کوٹ مٹھن میں اقامت گزین ہوئے۔ مخدوم محمد شریف کے دو صاحبزادے تھے۔

پہلے خواجہ نور محمدؒ۔

دوسرے خواجہ محمد عاقلؒ۔

خواجہ محمد عاقل کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے میاں احمد علی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اور آپ کی وفات کے بعد میاں خدا بخشؒ جو ان کے فرزند تھے

مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ انہی میاں خدا بخشؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ میاں خدا بخش کوٹ مٹھن سے چاچڑاں میں چلے گئے تھے۔ وہاں حضرت خواجہ غلام فریدؒ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ اور آٹھ سال کی عمر میں والد گرامی بھی سفر آخرت اختیار کر گئے۔ اس وقت آپ قرآن پاک حفظ کر چکے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا غلام فخر الدینؒ سے بیعت کی۔ تعلیم کے دوران کافی عرصہ نواب صاحب بہاول پور کی استدعا پر آنجناب احمد پور شرقیہ میں مقیم رہے۔ ۱۲۸۶ھ بمطابق ۱۸۷۱ء میں آپ اپنے برادر اکبر کی وفات پر مسند سجادگی پر جلوہ گر ہوئے۔ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو لاہور۔ دہلی اور اجمیر شریف کے تمام مزارات پر حاضری دی۔ نواب صادق محمد خاں رابع ملتان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ کا ایک فرزند خواجہ محمد بخشؒ تھا، اور ایک صاحبزادی۔ آپ کے خلفاء میں حضرت دیوان ولایت شاہ صاحب اوچ بخاری شریف، خواجہ فضل حق بہادریؒ منگھیراں شریف۔ میاں حافظ محمد سجادہ نشین حاجی پور، مرزا احمد اختر گورگانی نبیرہ حقیقی بہادر شاہ ظفر تاجدار دہلی:۔

شاعری :۔

شاعری میں آپ کا درجہ بہت اونچا ہے۔ آپ کے دیوان فارسی۔

اردو اور ملتانی زبان میں ہیں۔ خاص طور پر ملتانی شاعری میں تو آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تصوّف و عرفان کی جو چاشنی آپ کے اس کلام میں ہے۔ وہ کسی اور جگہ نہیں ہے۔ عوارف المعارف۔ فصوص الحکم۔ کیمیائے سعادت۔ لوائح شریف اور جامع العلوم جیسی کتب آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ تصنیفات میں سے فوائد فریدیہ، دیوانِ فریدی بزبان ملتانی۔ ۳۔ دیوان فریدی بزبان اردو۔ ۴۔ دوہڑہ جات مشہور ہیں۔

وفات :-

۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں چاچڑاں شریف میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خواجہ اللہ بخش چشتی تونسویؒ

خلاصۃ التواریخ مشائخ چشتیہ مؤلفہ مولا بخش چشتی نظامیؒ ٹھنڈدی میں لکھا ہے، کہ جب آپ حج حرمین الشریفین کے لیے تشریف لے گئے، تو پہلے ملتان سے لاہور تشریف لائے۔ اور یہاں میاں سلطان کی سرائے میں ایک رات گزاری۔ یہاں سے سہارن پور۔ دہلی۔ اجمیر۔ احمد آباد۔ اورنگ آباد اور بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر حج کو گئے تھے۔ زیارت مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے بعد جب واپس ہندوستان آئے۔ تو پھر بمبئی سے دہلی اور بعد ازاں لاہور آئے۔ اور ایک رات گزار کر ملتان واپس تشریف لے گئے۔ مؤلف کتاب کی زندگی میں خواجہ اللہ بخش حیات تھے۔

مراۃ العاشقین صفحہ ۲۲۶ ملفوظات حضرت خواجہ شمس الدینؒ سیالوی میں تحریر ہے کہ "بتاریخ چہارم ماہ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ روز پنجشنبہ مبلغات شصت ہزار روپیہ و بست و پنج درویشاں آستان و دیگر رفیقان مانند صاحبزادگان بہادریؒ وغیرہ دوستان تخمیناً دو صد نفر ہمراہ خود کردہ در شہر ملتان رسیدند و چند مرداں را ازاں جا رخصت کردہ۔ در لاہور آمدہ سرائے میاں سلطان یک شب گذاشتیدہ۔

سوانح عمری سید چراغ علی شاہ چشتیؒ لاہوری میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی جب کبھی لاہور میں تشریف لاتے تو حضرت قبلہ عالم

سیّد چراغ علی شاہؒ کی ملاقات نہایت بشاشت و انبساط سے فرمایا کرتے
تھے۔ یہ بھی سنا ہے کہ آپ لاہور میں خان بہادر مولوی محرّم علی چشتی کے
ہاں بھی اندرون موچی دروازہ اور اندرون بھاٹی دروازہ میں قیام فرمایا
کرتے تھے۔"

آنجناب کا اسم گرامی اللہ بخشؒ اور والد ماجد کا نام خواجہ گل محمد تھا
آپ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے پوتے تھے۔ سکھوں کے عہد حکومت یعنی
۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد امینؒ سے
حاصل کی، جنہوں نے آپ کو قرآن مجید، حدیث، عربی صرف و نحو اور فارسی
نظم میں طاق کر دیا۔ بیعت چشتیہ سلسلہ میں آپ نے اپنے دادا سے کی تھی
اور سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا
حضرت شاہ محمد سلیمان چشتی تونسوی کی وفات ۱۸۵۰ء کے بعد آپ نے عمدہ
عمدہ گھوڑے پال رکھے تھے، نفیس پوشاک پہنتے تھے۔ مگر جب اپنے اصلی
مقام پر فائز ہوئے۔ تو پیراقی ٹوپی۔ نیلا تہبند اور معمولی کپڑے پہن لیتے۔
سجادہ نشین ہونے کے بعد آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر و
سیاحت کی۔ بیکانیر کے علاقہ میں آپ کے ہزاروں مرید ہو گئے۔ ناگور
سلطان التارکین حمید الدینؒ ناگوری کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اور ۱۸۵۴ء
میں اجمیر جا کر حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار پر حاضری دی۔ دس روز اجمیر
شریف میں قیام فرمایا۔ ہزاروں لوگ آپ کی بیعت سے مشرف
ہوئے۔ پھر کشن گڑھ۔ جے پور۔ راجپوتانہ سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ اور

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ حضرت نصیر الدینؒ چراغ دہلی۔ اور خواجہ فخر الدین کے مزارات کے علاوہ سلسلہ چشتیہ کے دوسرے اولیاء کے مقابر پر بھی حاضری دی۔

قیام دہلی میں آپ نے ابو المظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفرؒ بادشاہ دہلی سے بھی ملاقات کی۔ دہلی کے بڑے بڑے امیر کبیر بھی آپ کی قدمبوسی کے لیے آئے نیز محلات کی بیگمات مرید ہوئیں۔

آپ کو مکانات تعمیر کرنے کا بہت شوق تھا جن میں سرائیں۔ مساجد مدارس۔ کنوئیں۔ لنگر خانے وغیرہ شامل تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی آپ کے زمانہ میں زندہ تھا۔ آپ نے اس کے عقائید کی نہایت سختی سے تردید کی۔

۱۳ ستمبر ۱۹۰۱ء ۱۳۱۹ھ میں آپ نے اپنے وطن تونسہ ؒ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا عبدالعزیز بگویؒ چشتی

لاہور میں آپ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے۔ بلکہ عام طور پر لاہور کے دوسرے اولیاءؒ کے مزارات پر بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ لاہور سے آپ کو بہت عقیدت تھی۔ کیونکہ آپ کے بزرگوں کی لاہور میں دینی و اسلامی خدمات بے پناہ تھیں۔ اس لیے جب آپ یہاں تشریف لاتے تو کئی کئی روز یہاں قیام رکھتے اور عوام الناس بھی آپ کے خیالات و اعتقادات سے مستفید ہوتے۔

(تاریخ مشائخ بگویہ صفحہ ۲۸)

آپ حضرت مولانا حافظ غلام محی الدینؒ بگویؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے گیارہ سال کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ ولادت با سعادت ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں بمقام بگہ ہوئی۔ یہ وہ سال تھا جب کہ پنجاب سے سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ہو رہا تھا ابتدائی مروجہ تعلیم اپنے عم محترم مولانا احمد الدین بگویؒ سے حاصل کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامع مسجد بھیرہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ (امام مسجد بیگم شاہی لاہور) آپ کے ماتحت مدرس تھے۔

آپ کو بچپن سے ہی عبادات و ریاضات سے محبت تھی۔ شب

بیداری اور نوافل تہجد کے پابند تھے۔ خدمتِ خلق کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد معمولی اوراد و وظائف کے بعد اشراق کے نفل پڑھتے تھے اور پھر قال اللہ قال الرسول کا چرچا ہوتا تھا۔ استفسار مسائل کے لیے دور دراز سے لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے۔ اتباعِ سنّت نبوی اور شریعت کی پابندی میں بے نظیر تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ سے بے پناہ عقیدت تھی۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے :-

۱۔ مولانا محمد ذاکر چشتی بگوی سب سے بڑے تھے۔

۲۔ مولانا یحییٰ بگوی۔

۳۔ مولانا محمد نصیر الدین بگوی۔

۴۔ مولانا ظہور احمد بگوی۔

ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ مولانا ظہور احمد بگوی کی زیرِ ارادت نکلتا تھا۔

وفات :-

وفات ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔ اور اپنے وطن بھیرہ میں دفن ہوئے۔

خواجہ محمد الدینؒ چشتی سیالویؒ

کتاب انوار شمسیہ المعروف خطبہ چشتیہ کے صفحہ ۹۱ پر تحریر ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب ثانی (خواجہ محمد الدین چشتیؒ) مقبولِ ربانی گنج شکرؒ کے آستانہ سے روانہ ہو کر لاہور میں تشریف لائے۔ اور وہاں سے تیس احباب کے لیے جو آنجناب کے ہمرکاب تھے۔ خوشاب تک گاڑی کی سواری کے ٹکٹ لیے۔

حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیال شریف کے فرزند ارجمند تھے۔ خواجہ شمس العارفین کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

۱۸۳۷ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کو خلافت اپنے والد ماجد سے ملی۔ حضرت غلام حیدر شاہ جلال پوریؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ آپ کے پیر بھائی تھے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا تھا۔ حضرت شمس العارفین کا عظیم الشان مقبرہ ہزار ہا روپوں کے اخراجات سے آپ نے ہی تعمیر کرایا تھا۔

مولوی محمد ذاکر چشتی بگوی ثم لاهوری آپ سے خلافت کے مجاز تھے۔ آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ شہر یا بیرون شہر عوام الناس کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے۔ اور ان کی شادی اور غمی میں برابر شریک ہوتے تھے۔ آپ کے چار فرزند تھے جو سب کے سب حافظ قرآن تھے ان کے نام نامی اس طرح ہیں:۔

۱۔ صاحبزادہ محمد امینؒ ۲۔ صاحبزادہ محمد ضیاء الدینؒ
۳۔ صاحبزادہ محمد عبداللہؒ ۴۔ صاحبزادہ محمد سعداللہ اور ایک صاحبزادی تھیں۔

وفات ۱۹۰۹ء میں بعمر ۷۰ سال ہوئی۔ اور آپ کو حضرت شمس العارفینؒ کے مقبرہ عالیہ میں دفن کیا گیا۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدّین صاحب مدظلہ العالی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

حضرت خواجہ قمر الدّین صاحب قبلہ جلیل القدر عالم دین اور بلند پایہ صوفی ہیں۔ اشاعت اسلام و سلسلہ میں کوشاں رہتے ہیں۔

خواجہ احمد میروی چشتیؒ

میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع کیمل پور میں واقع ہے۔ اس قصبہ میں جانے کے لیے کنڈیاں ملتان ریلوے لائین پر جیب ریلوے اسٹیشن پر اترتے ہیں۔ اور پھر آگے نو میل پیدل چلنا پڑتا ہے۔ پنڈی گھیپ سے بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔

آباؤاجداد:۔

آپ کے آباؤاجداد کھوکر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ سکھوں کے عہد میں ان کے مظالم سے تنگ آکر دریائے چناب کا علاقہ چھوڑ کر علاقہ کوہستان میں چلے گئے۔ آپ کے والد گرامی برخوردار وہاں ہی پیدا ہوئے۔ اوائل عمر سے ہی دینی علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔

بیعت:۔

آپ نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ چشتی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت فرمائی تھی۔ نو سال متواتر تونسہ شریف میں رہے اور وہاں ہی علوم ظاہری و باطنی میں تکمیل فرمائی۔ پھر سیر و سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اور ملتان۔ کلورکوٹ۔ گربلیاں۔ پاک پتن۔ دہلی۔ لاہور۔ اجمیر شریف۔ کشمیر وغیرہ مقامات پر جاکر وہاں کے بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دی۔ تقریباً سات برس اسی طرح گزرے

لاہور میں آمد

قیام تونسہ کے بعد جب آپ سیر و سیاحت کے لیے نکلے تو سرزمین ہند و پاک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں کہ چشتیہ خانوادے کے اولیائے عظام کی قبور تھیں۔ حاضر ہوئے تو اسی دوران لاہور بھی تشریف لائے۔ بے شمار خلقت خدا نے آپ سے رجوع فرمایا اور بہتوں نے فیوض و برکات حاصل کیے۔ قیام لاہور کے دوران آپ نے تمام بڑے بڑے اولیائے عظام کے مزارات پہ حاضری دی۔ اور استفادہ فرمایا۔ اس سفر میں آپ نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے مشن کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔

ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرماتے۔ روزمرہ کے وظائف اور ذکر و فکر میں ناغہ نہ کرتے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس رہ کر بادشاہی کرتے۔ اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرتے۔ کبھی کبھی لوگوں نے پھٹے پرانے پھینکے ہوئے کپڑوں سے پیوند لگا لیتے۔ حضور رسالت مآب کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ سادات کرام کی بے انتہا عزت و تکریم فرماتے۔ آخری عمر تک نماز باجماعت ادا کی۔ اور اس میں بالکل فرق نہیں آنے دیا۔ بلکہ موت سے قبل جب آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اور چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ تو آپ کو مسجد میں چارپائی پر لایا جاتا اور آپ نماز باجماعت ادا فرماتے۔ زندگی کا

اصول بنایا تھا۔ کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا جائے۔

مزار اقدس :۔

۵ محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے میرا شریف میں وفات پائی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ عمر مبارک آپ کی تقریباً ۹۸ سال کی تھی صرف تیرہ دن علیل رہے۔

عرس اور میلے ، صفحہ ۳۔

خزینۂ حق صفحہ ۱۲۰ تا ۱۳۰

میاں محمد شاہ چشتیؒ

آپ قصبہ کاٹھاں ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد فوج میں جمعدار اور برادر بزرگوار دہلی میں تھانیدار تھے۔ آپ کے سرپرستوں نے عین عنفوانِ شباب میں آپ کو بھی دہلی سواران پولیس میں بھرتی کرا دیا۔ مگر چونکہ آپ کی طبیعت ابتدا سے ہی صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دینداری کی طرف مائل تھی۔ آپ جامع مسجد دہلی میں جہاں حضرت شاہ محب اللہؒ معتکف تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کی بیعت کے بعد سرکاری ملازمت ترک کر دی۔

شجرۂ طریقت حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ دہلوی تک اس طرح پہنچتا ہے۔ حضرت میاں محمد شاہؒ مرید حضرت محب اللہؒ دہلوی کے، اور وہ حضرت خواجہ مرزا بخش اللہ بیگؒ کے، اور وہ حضرت حاجی لعل محمدؒ کے، اور وہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاںؒ کے۔

سیر و سیاحت کے دوران آپ دہلی۔ اجمیر۔ ڈیرہ دون۔ تونسہ شریف۔ پاکپتن شریف۔ اندور۔ دہارا۔ قاحہ مانڈو۔ فیروز پور۔ جگراؤں۔ لدھیانہ۔ جالندھر۔ جے پور۔ لاہور وغیرہ میں آتے جاتے رہے۔ جب لاہور تشریف لاتے تو یہاں حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے مزار

پترانوالہ پر کبھی کبھی روز قیام پذیر رہا کرتے تھے۔ آپ کے لاہور میں بے شمار مرید تھے۔ نواب غلام محبوب سبحانی پسر نواب امام الدین خان ناظم کشمیر اور شیخ محمد بخش عرف شیخ منا مرحوم سجادہ نشین دربار داتا صاحب آپ کے مخلص مریدوں میں تھے۔

تونسہ شریف میں ایک دفعہ پا پیادہ پہنچے۔ اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر پیدل ہی واپس آئے۔ جامع مسجد اندور میں آپ نے اڑھائی سال کے قریب اعتکاف کیا۔ کتاب یاد پیر کے صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے۔

جا کے رہتے تھے چھوڑ کر کے وطن
گاہے لاہور گاہے پاک پٹن
تھے مہینوں تلک لگاتے دیر
جا کے دہلی کبھی کبھی اجمیر
کبھی اندور کی طرف جاتے!
تو بہت دن گزار کر آتے!
کبھی لدھیانہ کبھی جالندھر
کبھی فیروز پور وآلودھر
کبھی مہرولی اور کبھی جے پور!
کبھی خواجہ نظام الدینؒ کے حضور

حضرت خواجہ شاہ محب اللہ چشتیؒ نے وفات کے وقت اپنے مریدین سے فرمایا کہ یہ ہمارا خلیفہ۔ عصا اور تسبیح ہماسے محمد خاں کو پہنچا دینا۔

گویا کہ اپنی خلافت آپ کے حوالے کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور جب آپ حضرت خواجہؒ کے وصال کے بعد دہلی پہنچے۔ تو حضرت ممدوح علیہ الرحمت کے اہل خانہ نے حضور کی وصیت کے مطابق مذکورہ بالا تبرکات آپ کے سپرد کیے اور حضرت سلطان المشائخؒ کے آستانہ مبارک سے دستار بندی ہوئی۔ اور آپ کو حضرت خواجہ محب اللہؒ کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ سماع کا بہت شوق تھا جو کچھ بھی آپ کے پاس از قسم نقدی و جنس آتا۔ مساکین اور فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ کھانا کبھی بھی درویشوں اور مہمانوں کی شمولیت کے بغیر تناول نہ فرماتے۔ باوجود کثیر آمدنی کے آپ نے ساری عمر اپنا ذاتی مکان تک نہیں بنوایا۔ اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔ اور جو کچھ آتا راہ خدا میں دے دیتے۔ یہاں تک کہ وفات کے وقت آپ کے پاس کچھ ترکہ نہ تھا۔

خلفاء:-

آپ کے نامور خلفاء میں حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری حال مقیم پاک پٹن شریف بہت معروف ہیں۔ ان پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمت بہت مہربان تھے۔ آپ بھی اکثر و بیشتر پاک پٹن سے لاہور تشریف لا کر عوام الناس کو فیوض و برکات سے نوازتے ہیں۔ اس وقت ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین لاہور میں ہیں۔ نیز ان کا بنایا ہوا "مدرسہ علویہ" مزار حضرت داتا صاحبؒ کے عقب میں واقع ہے۔ اور آپ لاہور میں آ کر اسی مدرسہ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔

حضرت میاں محمد شاہؒ کے دوسرے نامور خلیفہ حضرت سید برکت علی شاہؒ خلجیاں (ضلع امرت سر) والے بھی حضرت داتا صاحبؒ کے عرس پر حاضری دیا کرتے تھے

وفات :-

آنجناب کی وفات ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ ادرلیسی نو متصل ہوشیار پور میں چالیس سال مستقل قیام کے بعد انتقال فرمایا۔ اور وہیں مزار پُر انوار ہے۔ عمر ۷۲ سال پائی۔

فارسی کے مشہور شاعر مولانا غلام قادر گرامی حضرت میاں محمد شاہؒ کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔ اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں ع

دادند باوجِ عرشِ معنی راہم
کز حلقہ بگوشانِ محمد شاہم
من ذرّہ ام آفتاب در آغوشم
بالغ نظرم ، باخبرم ، آگاہم !

(یادِ پیر منظوم حضرت محمد عمر خان مرحوم سلسلۃ الذہب مولانا احتشام الدینؒ "تاریخ مشائخ چشت" خلیق نظامی)

مولانا محمد ذاکر بگوی چشتیؒ

حضرتؒ مولانا انجمن حمایت اسلام لاہور کے قائم کردہ مدرسہ حمیدیہ میں مولوی فاضل کے طلباء کو پڑھانے پر مامور ہوئے تھے۔ سالہا سال تک آپ اس مدرسہ کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۱۶ء میں جب آپ کو بخار ہوا تو یہ مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ مولوی محرّم علی چشتی ایڈوکیٹ عیادت کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم جمعہ کو بھیرہ پہنچ جائیں گے۔ فوراً خان بہادر ڈاکٹر اللہ جوایا کو بلایا گیا۔ اور ان کے ساتھ دیگر نامور اطباء و ڈاکٹر بلوائے گئے۔ مگر افاقہ نہ ہو سکا۔ اور آپ رات کو تین بجے انتقال فرما گئے۔ بعد نماز ظہر جنازہ اٹھایا گیا۔ ہزارہا لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ لمبے لمبے بانس باندھے گئے۔ مگر مشتاقان جمال کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کو کندھا دینا مشکل تھا۔ مسجد وزیر خاں لاہور میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور دوسرے دن صبح بذریعہ ریل جسد اقدس بھیرہ میں لایا گیا۔ جہاں آپ اپنے والد محترم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ مشائخ بگویہ صفحہ ۴۱)

آپ حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی بگویؒ کے فرزند اکبر اور جانشین تھے۔ ولادت باسعادت ۱۸۷۶ء میں اپنے وطن میں ہوئی۔ تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد محترم سے حاصل کیے۔ پھر مدرسہ طبیہ دہلی میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں سے علم طب حاصل کیا۔ نیز اپنے عم محترم مولانا غلام محمد

بگویؒ سے تصوف کی کتب پڑھیں ۔ سولہ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی کا امتحان مولوی فاضل اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ بعدازاں مدرسہ حمیدیہ قائم کردہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں بحیثیت صدر مدرّس مولوی فاضل کے طلباء کو پڑھانے پر مامور ہوئے۔ آپ کی حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے خاص ملاقات تھی۔ اور وہ آپ کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ بیعت آپ نے اشرف الاولیاء خواجہ محمّد دینؒ سے سیال شریف میں کی۔ یہ بیعت آپ نے ۱۹۰۴ء میں کی۔ حضرت شمس العارفین شمس الدّین سیالویؒ کے عرس پر ضرور پہنچا کرتے تھے۔

حکیم مولوی مختار احمدؒ آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا محمد ذاکرؒ کے بھائی نصیر الدّین بگویؒ نے بھی تین سال لاہور میں رہ کر اپنے بھائی سے حدیث، تفسیر اور تصوّف کی کتب سبقاً سبقاً پڑھیں اور مولوی فاضل کا امتحان مدرسہ حمیدیہ سے پاس کیا تھا۔

وفات :-

آپ کی وفات ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت مولانا محمد یحییٰ برادر مولانا محمد شفیق بگویؒ جو سولہ سال تک شاہی مسجد لاہور کے خطیب رہے تھے۔ نیز آپ کے عم زاد بھائی تھے۔ آپ کے پاس لاہور میں موجود تھے۔

خواجہ فاروق حسن چشتی صابری

آپ شاہ و زمن حضرت خواجہ محمد حسن چشتی صابریؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔

لاہور میں آمد

آنجناب اکثر اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ لاہور تشریف لایا کرتے تھے اور ان کے وصال کے بعد بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کے مریدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا جب آپ لاہور تشریف لاتے۔ تو مستری امیر احمد صابریؒ نیلا گنبد کے مکان پر قیام کرتے، جو کہ رام پور ہی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے خلفاء میں سید نوازش علی شاہ چشتی صابریؒ لاہوری مشہور و معروف ہیں۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ حضرت مولانا شاہ فضل حسنؒ (۲) حضرت شاہ امیر حسنؒ (۳) حضرت شاہ صابر حسنؒ۔

اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور سے نکلتا تھا۔ آپ اس کے مدیر اعلیٰ بھی تھے۔

وفات :۔

آپ کی وفات ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں رامپور میں ہوئی۔ جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

شاہ علی حسین چشتیؒ کچھوچھوی

اسم گرامی سیّد علی حسین۔ تخلص اشرفی کنیت ابواحمد لقب اعلیحضرت ہے والد ماجد کا اسم گرامی حاجی سید شاہ سعادت علیؒ بن سیّد شاہ قلندر بخشؒ تھا۔ آپ کا خاندان سرکار کلاں کے لقب سے ملقب ہے۔ آنجناب مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ قدس سرہ کے ہمشیر زادے سید عبدالرزاق نورالعین جو کہ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے تھے، کی اولاد سے ہیں۔ اس لیے آپ کے خاندان والا شان کو حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی طرف منسوب کرکے اشرفیہ کہا جاتا ہے۔ آنجناب کا سلسلۂ نسب حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں ہوئی۔ چار برس چار ماہ اور چار دن کی عمر میں مولانا گل محمدؒ خلیل آبادی نے بسم اللہ کرائی۔ اس کے بعد مولوی امانت علیؒ کچھوچھوی سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولوی سلامت علی گورکھپوریؒ اور مولوی قادر بخش کچھوچھویؒ سے تعلیم پائی۔

آپ نے ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں اپنے برادرِ کلاں سیّد اشرف حسینؒ سے بیعت کرکے خلافت و اجازت حاصل کی۔ ۱۸۶۸ء میں شادی فرمائی ۱۸۷۳ء میں کامل ایک سال آستانۂ اشرفیہ پر چلہ کشی کی۔ ۱۸۷۹ء میں مسندِ سجادہ نشینی پر متمکن ہوئے۔ آنجناب نے تین حج کیے۔ پہلا

۱۸۷۶ء میں دوسرا ۱۹۰۵ء اور تیسرا ۱۹۱۱ء میں فرمایا۔ تیسرے حج کے بعد آپ طائف۔ بیت المقدس۔ شام۔ مصر۔ حمص میں گئے۔ اور تمام اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی۔ اکثر مشائخ نے آپ کو اپنے جد اعلیٰ حضرت محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی سے شکل وصورت میں نہایت مشابہ بیان کیا ہے۔ آپ نے کل دنیا کی سیر کی ہے۔

لاہور میں آمد

آپ لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں بالالتزام شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور لاہور میں آپ کے بہت سے مرید بھی ہیں مولانا سیّد دیدار علی شاہ۔ مولانا سید ابوالبرکات۔ مولانا ابوالحسنات اور دیگر بہت سے لوگ آپ سے فیض یافتہ ہیں۔

آپ شاعر بھی تھے۔ تحائف اشرفی کے نام سے آپ کا دیوان چھپ چکا ہے۔ جس میں آپ کا فارسی اردو اور ہندی کلام ہے۔ نمونہ ملاحظہ فرمادیں ؎

۱۔ کیوں ڈھونڈتے پھرتے ہو عالم میں کیوں اس کی تلاش میں ہو گم
وهو معکم وهو معکم وهو معکم وهو معکم

۲۔ کوئی ہم سے جو اس کا پتہ پوچھے ہم چپکے بتا دیں پھر اس کو
وفی انفسکم وفی انفسکم وفی انفسکم وفی انفسکم

مریدین میں سے مولانا علی احمد خاں اسیر نقشبندی قادری بدایونی

پروفیسر عربی سینٹ جونز کالج آگرہ، اور سید غلام بھیک نیرنگ رح رئیس انبالہ) بہت مشہور ہیں۔

اولاد:-

پہلی زوجہ سے شاہ احمد اشرف رح اور زوجہ ثانی سے شاہ مصطفیٰ اشرف رح تولد ہوئے۔ سید محمد اشرف محدث اعظم آپ کے نواسے ہیں۔

وفات آنجناب کی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں کچھوچھہ شریف میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

تحائف اشرفی

پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی گولڑوی

آپ نے مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ اور کئی دفعہ مدرسہ کے سالانہ اجلاسوں میں تقاریر بھی کیں۔ حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری اور حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی گولڑوی دارالعلوم جامع نعمانیہ لاہور کے طلبائے قدیم میں سے تھے۔ اور لاہور میں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔

ملفوظات مہریہ کے صفحہ ۵۶ پر ملفوظ نمبر ۲۶ کے ذیل میں لکھا ہے کہ "جس زمانہ میں میں لاہور رہتا تھا بعض احباب کو کہا کہ اگر کسی کے پاس کتاب فتوحات موجود ہو تو دیکھنی ہے۔"

محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں آپ نے انجمن نعمانیہ لاہور کے پچیسویں سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی تھی جس میں آپ نے مولوی تاج دین دبیر انجمن نعمانیہ لاہور۔ مولوی محرم علی چشتی۔ مفتی غلام مرتضیٰ میانوی، مدرس نعمانیہ وغیرہم کے اصرار پر تقریر فرمائی تھی۔ جو ملفوظات مہریہ کے صفحہ ۲۲۷ پر موجود ہے۔ سامعین میں حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی جو اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے رفیق خاص تھے انہوں نے اس تقریر کی بے انتہا تعریف کی۔

زمانۂ تعلیم کے بعد آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے۔ تو مولوی

محرم علی چشتیؒ کے ہاں بھی قیام فرماتے۔ یا میاں بڈھاؒ سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخشؒ علیہ الرحمت کے ہاں جو آپ کے مرید تھے، قیام فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی غلام محمد تحصیلدار کے مکان پر بھی قیام پذیر ہوتے تھے۔ دربار داتا میں ضرور حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور فیوض باطنی سے فیض یاب ہوا کرتے تھے۔ اور جب مرزا قادیانی کی تردید و مناظرہ کے لیے آپ لاہور آئے تھے۔ تو آپ بادشاہی مسجد میں تقریریں کرتے رہے۔ مگر مرزا مناظرہ کے لیے نہ آیا۔

(جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان ص۵۴۴ ملفوظات مہریہ ص۶۵)

نام نامی آنجناب کا مہر علی شاہؒ۔ والد ماجد کا اسم گرامی سیّد نظیر الدینؒ شاہ تھا۔ سلسلہ نسب آپ کا چوبیسویں پشت میں محبوب سبحانی غوث صمدانی سیّد عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی نانی سیّد جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشت کی اولاد سے تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے گھر سے ہی حاصل کی۔ اور پھر شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کر لی۔ اور حج کے لیے حجاز چلے گئے۔ مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ شاہ صاحبؒ ہندوستان واپس تشریف لے جائیں۔ وہاں عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کی روک تھام

کریں۔ جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ فتنۂ قادیان تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی زبان اور قلم سے قادیانیوں کے باطل عقائد کی پُر زور مذمت کی۔

اتباعِ سنت کی خاص طور پر تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ سنت سے بڑھ کر کسی مسلمان کے لیے اور کوئی چیز باعثِ فخر نہیں ہو سکتی۔ غیر شرعی رسومات سے آپ متنفر تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی نشر و اشاعت اور احیائے دین کے سلسلہ میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ خود بڑے عالم فاضل تھے۔ اس لیے عالمانِ دین کی بڑی قدر کرتے تھے۔ شیخ اکبر کے نظریۂ وحدت الوجود پر انہیں عبور حاصل تھا۔ اس ضمن میں علامہ سر محمد اقبالؒ نے آپ کی طرف رجوع کیا تھا۔ فصوص الحکم مصنفہ شیخ اکبر کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ مناظرہ یا مذہبی اختلاف کی صورت میں عالمانہ انداز سے اپنے نظریات پیش کرتے تھے۔

ملفوظات :-

آپ کے ملفوظات جو ملفوظاتِ طیبہ کے نام سے معروف ہیں۔ کافی عرصہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔ مہر تخلص فرمایا کرتے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہہ لیتے تھے۔ مگر آپ کو شاعری سے کوئی خاص اُنس نہیں تھا۔ آپ کی درج ذیل تصنیفات ہیں :-

شمس الہدایہ
تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔
سیف چشتیائی۔
اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ۔ عجالہ ہر دو سالہ۔
فتاویٰ مہریہ مجموعہ وظائف شاہ گنج عرفان الفتوحات الصمدیہ۔
ان کے علاوہ ملفوظات و مکتوبات طیبات بھی شائع ہو چکے ہیں۔

سجادہ نشین :-

آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ غلام محی الدین صاحب آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات آپ سے مجاز ہوئے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے بھی آپ سے خلافت پائی تھی۔

اولاد :-

آپ کے صاحبزادے پیر سید غلام محی الدین شاہ سجادہ نشین آپ کے جاری کردہ مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں، جس کا نام جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف ہے۔ ۱۸۸۹ء میں پیر سید مہر علی شاہ چشتی نے اس کی تاسیس فرمائی تھی۔ حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین شاہ لاہور تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ان کے بے شمار مرید لاہور میں موجود ہیں۔

وفات :-

وفات ۲۹۔ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱۔ مئی ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔

اور گولڑہ شریف میں دفن ہوئے۔ جو راولپنڈی سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہیں سٹیشن سے دو میل کے فاصلے پر حضرت شاہ صاحب رح کا مزار ہے۔ مزار کا گنبد سنگِ مرمر کا ہے۔ بجلی کی روشنی کا بھی انتظام ہے۔ آپ کے مزار کے ساتھ آپ کے والد بھائیوں اور دیگر اہلِ خاندان کی قبور ہیں۔ ساتھ ہی ایک عالیشان مسجد ہے۔ جس کے صحن میں تالاب ہے۔

خواجہ محمد یار فریدی چشتیؒ

چھوٹی عمر میں ہی آپ نے خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن سے علوم ظاہری و باطنی میں تکمیل کر لی تھی۔ گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور آپ کی جائے ولادت ہے۔ آپ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن کے شاگرد و مرید تھے۔ اور خواجہ محمد بخش خلف حضرت خواجہ غلام فرید چشتیؒ کے فیض یافتہ اور حضرت خواجہ معین الدینؒ نبیرہ حضرت غلام فریدؒ سے خلافت یافتہ ہیں۔ مرشدی شجرہ اس طرح ہے:۔

خواجہ صوفی محمد یارؒ مرید خواجہ معین الدینؒ مرید خواجہ محمد بخشؒ مرید حضرت غلام فریدؒ مرید خواجہ غلام فخر الدینؒ مرید خواجہ خدا بخشؒ مرید خواجہ محمد عاقلؒ مرید خواجہ نور محمد مہارویؒ مرید حضرت خواجہ محمد فخر الدین اورنگ آبادیؒ۔ مرید خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ مرید حضرت شیخ شاہ کلیم اللہؒ شاہجہان آبادی۔

لاہور میں آمد

آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو مسجد حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ بیگم شاہی مسجد اور مسجد بیرون مستی دروازہ، بالمقابل جنرل بس سٹینڈ میں ارشاد و تلقین کی مجالس گرم کیا کرتے تھے۔ نیز حزب الاحناف اور

انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ [illegible] [illegible] مثنوی مولانا روم آپ نہایت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ عوام و خواص آپ سے مثنوی سننے کے شائق تھے۔ ایک ملاقات کے دوران حضرت علامہ اقبالؒ نے بھی آپ کو مثنوی سنانے کے لیے کہا تھا۔ جس پر آپ نے علامہ موصوف کو ان کے دولتکدہ واقع جاوید منزل میں مثنوی سے محظوظ کیا تھا۔ آپ کی مجالس میں پچاس پچاس ہزار نفوس سے کم لوگوں کی شرکت نہ ہوتی تھی۔ لکھا ہے کہ آنجناب نے عمر مبارک کا بیشتر حصہ لاہور اور امرتسر کے علاقہ جات میں وعظ و نصیحت میں بسر کیا۔ ساری عمر ہندوستان اور پاکستان کے مقتدر اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ اور اپنے مواعظ حسنہ سے مخلوقِ خدا کو مستفید فرماتے رہے۔ آپ کا دیوان فارسی۔ اردو اور بہاول پوری زبانوں پر مشتمل ہے۔ محمدؐ اور بلبل تخلص فرماتے تھے، اور فرد بھی۔

صرف رمضان کا مہینہ اپنے وطن گزارا کرتے تھے۔ اور تقریباً گیارہ ماہ سیر و سیاحت اور تبلیغ اسلام کے لیے دور دراز مقامات تک جایا کرتے تھے۔ مخدوم حمید الدین وزیر زراعت [illegible] حکومت مغربی پاکستان آپ کے نواسے ہیں۔ موجودہ سجادہ نشین آپ کے صاحبزادہ خواجہ غلام نازک ہیں۔ جو حافظ قرآن اور حاجی ہیں۔ نیز جیّد عالم بھی ہیں۔ آپ مولانا ابو البرکات لاہوری کے شاگرد ہیں۔

وفات آپ کی ۱۹۴۸ء میں لاہور میں ہوئی۔ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے جوار میں امانتاً مدفون رہے۔ چند ماہ کے بعد آپ کے صاحبزادے تابوت نکال کر لاہور سے لے گئے۔ اور گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں دفن کر دیا۔ بارہ سال تک وہیں مدفون رہے چار سال کے بعد پھر صندوق جو کہ صحیح وسالم تھا، اس کو نکال کر نو تعمیر شدہ روضہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کے گنبد کی تعمیر کے لیے لاہور کے ایک مخیر مرید نے تیس ہزار روپیہ دیا ہے۔ جن کا نام مرزا حمید بیگ بتایا جاتا ہے وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۶ برس کی تھی۔

ضمیمہ اذکار قلندری میں نامیؔ مرحوم نے مولانا محمد یارؒ کی اس طرح تاریخِ وفات لکھی ہے :-

آنکہ در حُبِّ احمد مختار
بود مقبول مجمع اہلِ کمال
خوش گلو، خوش مزاج، خوش باطن
عاشقِ مصطفیٰ، مثالِ بلالؓ!
چوں ز تاریخ جستجو کردم!
گفت ہاتف کہ اے خجستہ خصال
ہاں بگو "مولوی محمد یارؒ
مرتحل شد" برائے سالِ وصال
۱۳۶۷ھ

(دیباچہ دیوان محمدی، شجرہ شریف سلسلہ چشتیہ فخریہ، فریدیہ، اذکار قلندری)

خواجہ حسن نظامیؒ چشتی

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ، جن کا شمار اس دور کے اکابر صوفیہ میں ہوتا ہے، ۱۲۹۶ھ (بمطابق ۱۸۷۶ء) کو درگاہ شریف حضرت خواجہ سیّد نظام الدّین اولیاءؒ محبوب الٰہیؒ دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب چونتیس واسطوں سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جا ملتا ہے۔ حضرت خواجہ بدر الدّین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کے داماد اور خلیفہ تھے، آپ کے جدِّ امجد تھے آپ کے والد حافظ سیّد عاشق علی درگاہ فلک پائیگاہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ کے سجادہ نشین تھے۔ مگر انھوں نے کبھی بھی درگاہ کی آمدنی کو اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ اس بات کی وصیت انھوں نے خواجہ صاحبؒ کو کی، جس پر وہ عمر بھر قائم رہے۔ خواجہ صاحبؒ نے گیارہ برس کی عمر میں اپنے والدِ ماجد کے کہنے پر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی بیعت کی۔ ان کا انتقال ہوا تو اپنے بھائی کے کہنے پر سولہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ چشتی کی بیعت کرلی۔ لیکن یہ دونوں ارادتیں بالکل کم عمری کی تھیں۔ سوچ سمجھ کر اور اپنے ارادے سے چوبیس سال کی عمر میں انھوں نے حضرت پیر سیّد مہر علی چشتیؒ گولڑوی کا ہاتھ پکڑا۔ کیونکہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ اور حضرت

خواجہ غلام فریدؒ، خواجہ صاحب کی بیعت کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے تھے۔

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے تمام عمر اپنے علم و عمل اور تحریر و تقریر سے اسلام اور تصوف کی بے پناہ خدمت کی۔ ۱۹۰۸ء میں انھوں نے حفاظت تصوف اور اصلاحِ مشائخ کی غرض سے حلقہ نظام المشائخ قائم کیا۔ اور ایک ماہنامہ نظام المشائخ بھی جاری کیا۔

خواجہ صاحبؒ اپنی زندگی میں بیسیوں مرتبہ لاہور تشریف لائے ۱۹۱۰ء میں وہ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے آئے۔ اور مشاہیر لاہور سے ملاقات کرنے کے علاوہ انھوں نے مقدس درگاہوں کی زیارت بھی کی۔ خواجہ صاحبؒ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی لاہور آتے، حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر ضرور حاضری دیتے۔

۱۹۱۱ء میں وہ کئی بار لاہور میں علامہ اقبالؒ کے پاس آئے اور ان سے اتحاد عالم اسلامی پر گفتگو کی۔ آخر ان کے ایماء پر مصر، شام، فلسطین عراق، اور عرب وغیرہ ملکوں کے دورے پر گئے تاکہ اتحاد عالم اسلام کا مفصل جائزہ لے سکیں۔

۱۹۲۴ء میں انھوں نے شردھانند کی تحریک "شدھی" کے مقابلے میں حفاظت اسلام کا بڑا کام کیا۔ اور بے شمار انسانوں کو حلقہ بگوش

اسلام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں انھوں نے ریاست آمود (گجرات) کے مہارانا
ناہر سنگھ کو ان کی رعایا سمیت مسلمان کیا۔ اور مہارانا کا اسلامی نام نصر اللہ
خاں رکھا۔ اسی سال خواجہ صاحبؒ مہارانا کو لے کر لاہور آئے۔ جہاں
زندہ دلانِ لاہور نے ان کا فقید المثال استقبال کیا اور میلوں لمبا جلوس
نکالا۔ خواجہ صاحبؒ مہارانا کو درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ میں بھی
لے گئے۔ جہاں انھوں نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ تقسیم کے بعد خواجہ
صاحبؒ دو مرتبہ پاکستان آئے۔ پہلی بار ۱۶۔مئی ۱۹۵۰ء کو اور دوسری
بار ۴۔نومبر ۱۹۵۰ء کو۔ پہلے سفر میں خواجہ صاحب درگاہ حضرت
میاں میر رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے۔ جہاں احاطۂ درگاہ میں ان
کی صاحب زادی سیّدہ حمرہ بانو کا مزار ہے جس پر ان کا لکھا ہوا مرثیہ
بھی کندہ ہے۔ اس سفر میں خواجہ صاحبؒ ملاقاتیوں کے ہجوم اور کثرت
کی وجہ سے درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ میں حاضری نہ دے سکے،
جس کا ذکر انھوں نے سفر نامے میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ ایک
ایسی کوتاہی ہے، جس کو شائع کر کے میں اپنے نفس کو سزا دینی چاہتا
ہوں۔" البتہ دوسری مرتبہ جب وہ پاکستان آئے تو درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ
میں حاضر ہوئے اور پہلے سفر کی تلافیٔ مافات کی۔ خواجہ صاحبؒ کا وصال
۱۹۵۵ء میں دہلی میں ہوا جہاں درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے
قریب ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

ابوالمحامد سیّد محمد اشرفی کچھوچھوی چشتی

آنجناب کچھوچھہ شریف میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حضرت مولانا محمد وصی احمد محدّث سورتی سے حاصل کی۔ نیز آپ نے حضرت مقتدر اعظم شاہ مطیع الرسول قادری سے سند حدیث حاصل کی۔ تمام علوم ظاہری و باطنی سترہ سال کی عمر تک حاصل کر لیے۔ اور پھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دارالافتا میں فتویٰ نویسی کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ نیز درسِ حدیث بھی دیا کرتے۔ اپنے ماموں حضرت مولانا احمد اشرف سے خلافت پائی۔ اور کئی سال تک مجاہدات و ریاضات میں مشغول رہے۔

قیام دہلی میں سیّد محمد میرؒ کی سرپرستی میں مدرسۃ الحدیث قائم کیا اور کئی سال تک یہاں حدیث کا درس دیا۔ آپ کے ہاتھ سے تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آنجناب نے چار حج کیے۔

لاہور میں آمد

لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے جلسوں میں جو مسجد وزیر خان

اندرون دہلی دروازہ میں منعقد ہوتے تھے، شامل ہوتے رہے۔ اور صدارت کے فرائض کے علاوہ وعظ بھی فرماتے رہے۔ لاہور میں آپ کے کئی ایک خلفاء ہیں :- نیز مریدین کی تعداد بے شمار ہے آنجناب ہندوستان میں محدث اعظم کے لقب سے ملقب تھے لاہور میں آپ مولانا ابوالبرکات مدظلہ العالی کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے جو آپ کے مداحین میں سے ہیں۔ نیز مولوی محمد فقیر اللہ اشرفی خطیب مسجد النجم مسلم پارک راجگڑھ لاہور ان کے مرید باصفا ہیں جو کہ ان کا سالانہ عرس لاہور میں مناتے ہیں۔

اولاد :-

آپ کے چار فرزند :- ۱- سید محمد اشرف ۲- سید حسن مثنیٰ ۔ ۳- سید محمد مدنی - ۴- سید محمد ہاشمی اور دو صاحبزادیاں تھیں -

تاریخ وصال ۱۵- رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۳ء ہے- کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں اپنے آباؤ اجداد کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے -

آپ شاعر بھی تھے "سید تخلص کرتے تھے" فرش پر عرش" آپ کا مجموعہ کلام ہے- نمونہ کلام بعنوان رحمۃ اللعالمین ملاحظہ فرماویں -

ہمیں یاد فرما کے دن رات رونا یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ہمارے لیے اپنا گھر بار لٹانا محبت نہیں ہے، تو پھر اور کیا ہے

پلٹ لائے مغرب سے سورج دوبارہ کیا چاند کا بھی کلیجہ دوپارہ
علامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
کتاب الہٰی کا محفوظ رہنا شریعت کا تا حشر موجود رہنا
نبی کی ضرورت نہ رہنا یہ ختم نبوّت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
غلام غلامانِ آلِ نبی، کا یہاں بول بالا وہاں بول بالا!!
یہ سیّد ادائے غلامی تمہاری سیادت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

بنارس کانفرنس

آل انڈیا سنّی کانفرنس منعقدہ بنارس ۲۷-تا-۳۰-اپریل ۱۹۴۶ء ہوئی۔ جس میں پانچ ہزار مشائخ و علما اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد عام حاضرین کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ اس کی صدارت آپ نے فرمائی۔

حالانکہ آپ کا وطن بالکل ہندوستان (بھارت) کے وسط میں تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی ... دلیری - عالی ہمتی اور جرأت سے آپ نے پاکستان کے حق میں یہ کانفرنس طلب فرمائی۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے جو صدارتی خطبہ آپ نے اس کانفرنس میں دیا۔ اس میں آپ کی یہ آواز ہمیشہ دنیا میں گونجتی رہے گی۔ کہ اے سنّی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو۔ اے خواجہ کے بہشتیو۔ اب تم کیوں سوچو۔ کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو۔ کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی

لعنت چھوڑ دو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھو پڑو، گھر سے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو۔ پاکستان بنالو۔ تو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام اے سنیو! سن لو۔ کہ صرف تمہارا ہے"

ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

"حضرات میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے۔ اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے۔ کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے۔ اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی"

پھر فرمایا:۔

"پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے۔ اس قدر پاکوں کا وظیفہ ہے۔ اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا"

اس سے صاف عیاں ہے کہ پاکستان سے متعلق آپ نے کسی قدر شاندار اور گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

اولیائے عظام چشتیہ سلسلہ

جو

لاہور کی پاک سرزمین میں آسودہ ہیں۔

شجرہ پیرانِ حضرت شاہ سروانی چشتی لاہوری

نام ولیء اللہ	مقام پیدائش	سال وفات	مرقد مبارک
حضرت علی کرم اللہ وجہہ	مکہ معظمہ	۴۰ ھ	۶۶۱ء نجف اشرف
حضرت خواجہ حسن بصریؒ	مدینہ منورہ عمر ۸۹ سال	۱۰۲ ھ	۷۲۰ء بصرہ
خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ	"	۲۸ صفر ۱۷۷ ھ	۷۹۳ء بصرہ
حضرت خواجہ ابی الفیض فضیل بن عیاضؒ	سمرقند	ربیع الاول ۱۸۷ ھ —	۸۰۲ء مکہ مکرمہ نزد روضہ حضرت خدیجہؓ
حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ	بلخ ۱۷۹ ھ	۲۸ جمادی الآخر ۲۶۲ ھ	۸۷۵ء جبلہ ملک شام۔
حضرت خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ	مرعش نزد دمشق	۱۴ شوال ۲۷۶ ھ	۸۸۹ء —
حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری	بصرہ	۱۸۔ شوال ۲۸۷ ہجری	۹۰۰ء بصرہ
حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ	دینور درمیان ہمدان اور بغداد	۱۴ محرم ۲۹۸ ھ	۹۱۰ ھ دینور
حضرت خواجہ ابو اسحاق شرف الدین شامی چشتیؒ	علاقہ شام مالوخہ علاقہ شام	ربیع الثانی ۳۵۵ ھ	۹۶۵ء عکہ (شام)
حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ	چشت (خراسان)	جمادی الثانی ۳۵۵ ھ	۹۶۶ء چشت

نام اولیاء اللہ	مقام پیدائش	سال وفات	مرقدِ مبارک
حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ	چشت	رجب ۴۱۱ھ	۱۰۲۰ء چشت
حضرت ناصر الدین خواجہ ابو یوسف چشتیؒ	چشت	۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ	۱۰۶۶ء "
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ	"	۵۲۷ھ	۱۱۳۲ء "
حضرت خواجہ حاجی شریفؒ زندنی	زندنہ	۶۲۱ ہجری	۱۲۲۴ء زندنہ بلاد بخارا
حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ	ہارون نزد خراسان	شوال ۶۱۷ھ	۱۲۲۰ء مکہ معظمہ
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ	سنجر بلاد غور (سجستان)	رجب ۶۳۲ ہجری	۱۲۳۴ء اجمیر شریف
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اوشی	اوش نزد فرغانہ	۶۳۴ ہجری	۱۲۳۶ء دہلی
حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر مسعود	دکھوتووال نزد ملتان	۵ محرم ۶۶۶ھ	۱۲۶۷ء پاک پٹن شریف
حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ	دکھوتووال نزد ملتان	۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ ہجری	۱۲۹۱ء کلیر (بھارت)
حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ		۷۱۸ ہجری	۱۳۱۸ء پانی پت (بھارت)
حضرت شاہ سروانی چشتی لاہوری		۷۴۹ ہجری	۱۳۴۸ء فین روڈ لاہور

سیّد یعقوب صدرِ دیوان زنجانی چشتیؒ

تذکرۃ الصلحا موسوم بہ اسم تاریخی تاریخ احسن مصنّفہ مولانا عبد الحیؒ چشتی قادری بدایونی میں آپ کو چشتی تحریر کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ سیّد یعقوب المخاطب بہ صدرِ دیوان زنجانی خلیفہ سیّد علی موسیٰ چشتی زنجانی مدفون لاہور وفات ۱۶۔رجب ۶۰۴ھ ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ آپ کا سلسلہ بیعت اولیائے چشت سے ہے۔ مگر کسی اور کتاب سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ کی لاہور میں آمد ۱۱۴۰ء میں ہوئی۔ اور حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ورودِ لاہور ۱۱۸۵ء کے لگ بھگ ہے۔ وفات حضرت سیّد یعقوبؒ ۱۲۰۸ء میں ہوئی۔ شاید ان دونوں بزرگوں کی آپس میں لاہور میں ملاقات ہوئی ہو۔ مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ تحقیقات چشتی صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔ کہ اوّل نشان محرابی نشست گاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجریؒ کا تھا۔ اب وہ محرابی طاق غرق زمین ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہاں خواجہ صاحبؒ نے چلّہ اعتکاف کاٹا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت خواجہ اجمیری کی آمدِ لاہور سے قبل ہی آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

مزار پر انوار ہسپتال روڈ سے جو گلی رتن چند کی سرائے کے عقب

اور لیڈی ایچیسن ہسپتال کے درمیان سے نکلتی ہے۔ اس کے آخر میں واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک قدیم مسجد ہے۔ جس کے ساتھ ایک احاطہ میں چند قبور ہیں۔ چار دیواری ہسپتال کے ساتھ لگتی ہے۔ وفات آنجناب کی ۱۲۰۸ء میں لاہور میں ہوئی۔ آپ لاہور کے قدیم ترین بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

شاہ سرّوانی چشتیؒ لاہوری

آپ کا اصلی وطن حیدرآباد دکن تھا۔ آپ کا اسم گرامی رکن الدّین تھا۔ اور شاہ سروانی مرشد نے خطاب عطا فرمایا تھا۔ صاحب تذکرہ حدیقۃ الاولیاءؒ نے ان کا نام شاہ ضیاء الدّین تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کا اصل وطن شیروان تھا۔ صاحب تذکرہ شاہ کاکو چشتیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت کا اصلی نام شاہ سرّ ربانی سلیم الدّین ہے۔ اور سِرّ ربّانی کا خطاب پیر روشن ضمیر نے دیا تھا۔

سلسلہ بیعت

حضرت مخدوم علاء الدّین صابر کلیریؒ۔ حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کے بھانجے اور ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ ان کے نامور خلفاء میں سے حضرت شمس الدّین ترکؒ پانی پتی بھی تھے۔ جن کے دو خلیفے تھے۔ پہلے حضرت شیخ جلال الدّین کبیر الاولیاءؒ اور دوسرے حضرت شاہ سرّ ربّانیؒ چشتی المعروف شاہ سروانی لاہوری۔ حضرت شمس الدّین ترکؒ پانی پتی کی وفات کے بعد آپ تبلیغ و ہدایت کے لیے لاہور تشریف لے آئے۔ آپ لاہور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پہلے بزرگ ہیں۔ جنھوں نے لاہور میں قیام فرما کر عوام و خواص میں رشد و ہدایت کا کام کیا۔

لاہور میں آمد

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ احمد آباد میں تھے اور بوقت رحلت وصیت فرمائی کہ جب آپ انتقال کر جائیں تو جنازہ ملک پنجاب میں لے جانا۔ مرید جنازہ کا تابوت لے کر منزل بہ منزل چلے آئے۔ اور لاہور تک پہنچے۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لیے شہر سے باہر ہی شب باش ہوئے۔ علی الصبح جنازہ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ یہیں دفن کر دیے گئے۔ اور جنازہ لانے والے واپس اپنے ملک کو چلے گئے مگر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ نے شیر پر بار ہا سواری کی تھی۔ اس لیے لوگوں نے ان کا نام شاہ شیر ربانی مشہور کر دیا۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ آخرِ عمر میں اس نے تمام ہند کی سیر کی۔ اور لاہور میں آکر فوت ہوا۔

سکھوں کے عہد میں مقبرہ کی حالت :-

سکھ غارت گری میں اس مقبرہ کو بہت نقصان پہنچا۔ اور یہ رہزنی عمارت باغیچہ متعلقہ اکھاڑ کر لے گئے۔ بلکہ یہاں تک کہ کنوئیں کی اینٹیں بھی اکھاڑ کر لے گئے۔ الغرض شدید نقصان پہنچایا۔

انگریزی عملداری میں اس کی مرمت کی گئی۔ سفیدی کرائی گئی درخت لگوائے گئے۔ اور اس تکیہ کو دوبارہ آباد کیا گیا۔ موجودہ حالت میں ایک پختہ کمرہ ہے۔ نوجوانوں کے لیے کشتی کا اکھاڑہ بھی ساتھ ہے۔ کنواں

ہے باغیچہ ہے اور مزار کی حالت بھی کچھ اچھی ہے۔ ساتھ ہی برلب سڑک ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

وفات :-

آپ کی وفات ۱۲۳۴ء میں بعہد محمد تغلق بادشاہ دہلی میں ہوئی۔ تاریخ لاہور میں چشتیہ خاندان کے اس بزرگ کا مزار سب سے قدیم ہے مزار پر انوار قلین روڈ پر مزنگ اڈا کے پاس واقع ہے۔ مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے :-

رونقِ و زینت چشت اہل بہشت
شیخ دین میر سید ربانی !
سال وصلش چو از خرد جستم
شد عیاں پیر سید ربانی !

یادرفتگان میں آپ کی وفات کا سال ۵۳۵ھ (مطابق ۱۲۳۴ء) درج ہے۔ صاحب تذکرہ شیخ نور ہرٹ ہندگی کے قول کے مطابق آپ کی تاریخ وفات ۶۴۷ھ (مطابق ۱۳۴۸ء) ہے۔

(تحقیقات چشتی ص ۲۰۷۲۳ ۔ تاریخ لاہور ص ۳۰۵ ۔ یادِ رفتگان ص ۳۲ ۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۱۵۰)

شیخ پیر محمد چشتیؒ لاہوری

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ لاہوری المتوفی ۱۰۷۴ھ ایک طویل عرصہ تک آپ کی خدمت میں بھی رہے تھے۔ اور آپ سے انھوں نے اکتساب فیض باطنی کرکے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ اور حضرت شیخؒ سے ہی شاہ کاکوؒ نے لاہور کی ولایت حاصل کی۔ شیخ جان اللہ چشتیؒ جن کا مزار نسبت روڈ پر ہے۔ آپ کے پیر بھائی تھے۔

کافی تحقیق کے باوجود آپ کے مزار اور سن وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

(خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل صفحہ ۴۲۰۔ حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۴۲)

شاہ کاکو چشتی لاہوری

آپ حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی لاہوری کے صاحبزادے وخلیفہ حضرت نور قطب عالم کے مرید تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری، "حدیقۃ الاولیا" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر کی اولاد سے تھے۔ اور چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب آنجناب سے ملتا ہے "یادرفتگان" میں منشی محمد دین فوق نے تحریر کیا ہے، کہ آپ نظام الدین سلطان المشائخ دہلی کے مرید ہیں۔ اور چند ملاقاتیں آپ کی حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر سے بھی ہوئی ہیں۔ جو کہ غلط ہے چشتی نور احمد لکھتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ زری زر بخش کے مرید تھے۔ "تاثر لاہور" میں لکھا ہے۔ کہ آپ ابتدا میں شیخ نورالدین نام ایک بزرگ سے تحصیل علم کرتے رہے۔ حالانکہ حضرت فرید الدین گنجشکر کی وفات ۶۷۰ھ مطابق ۱۲۷۱ء میں ہو چکی تھی۔ اور حضرت نظام الدین اولیاء کا انتقال ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں ہو چکا تھا۔ یہ اور اس قسم کی کئی فروگزاشتیں ہوئی ہیں۔ جن سے آپ کی تاریخ وفات اندھیرے میں پڑ جاتی ہے۔

بیعت :-

سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں آپ نے حضرت نور قطب عالم سے

خرقہ خلافت حاصل کیا اور انھوں نے بنگال سے آپ کو رشد و ہدایت کے لیے لاہور بھیجا۔ جلدی ہی آپ کی شہرت تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور بے شمار خلقت آپ کی خدمت میں استفادہ کرنے کے لیے آنے لگی۔

لاہور میں آپ نے حضرت پیر محمد چشتیؒ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔

تذکرہ قطبیہ جو حضرت جمال الدین ابوبکر قریشیؒ کی تصنیف ہے۔ میں لکھا ہے کہ سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں راجہ سین پال سلہریہ نے سلطان سے سرکشی اختیار کی۔ تو اس کی تادیب اور سرزنش کے لیے سلطان نے فوج روانہ کی۔ راجہ مذکور نے اپنے مہنت جوگی اجے پال کو اپنا سفیر بنا کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ کہ اگر سلطان کا خیال قوم سلہریہ کو اسلام میں داخل کرنے کا ہے۔ تو آپ کسی صاحب حال بزرگ سے مجھے ہم کلامی کا موقع دیں اگر وہ مجھ پر غالب آ جائے تو تمام قوم سلہریہ اسلام قبول کر لے گی۔ اور اگر وہ مجھے قائل نہ کر سکے تو پھر سلطان ہماری قوم سے مزاحم نہ ہو۔ اور راجہ سے خراج وصول کر کے اسے آزاد رہنے دیں گے۔ سلطان نے یہ بات مان لی۔ اور حضرت شاہ کاکو چشتیؒ لاہوری کو بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بوجہ کبرسنی بہت کمزور ہوں۔ اس لیے اس کام کی تکمیل کے لیے حضرت شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ لاہوری کو نامزد کرتا۔

ہوں۔ چنانچہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ جوگی مذکور حقانیت اسلام کا قائل ہو گیا۔ تو تمام سلہریہ قوم بمعہ راجہ و جوگی اسلام لے آئے۔

جس محلہ میں آپ کی رہائش تھی وہ محلہ گزر شاہ کاکو رح یا محلہ شاہ کاکو رح کے نام سے موسوم تھا۔ وفات سے قبل مزار کے قریب ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی بعد میں ایک عظیم الشان محلہ بنام محلہ دارا شکوہ آباد ہوا۔

آپ جامع الکمالات اور بڑے ہی صاحب عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں متوکل تھے۔ مرجع خلائق تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں گزری۔

لودھیوں کے عہد حکومت میں لاہور میں مدرسہ و خانقاہ شاہ کاکو چشتی رح ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔ مولوی نور احمد چشتی اس طرح بیان کرتے ہیں:-

" شرق رویہ سرائے محمد سلطان کے زیر دیوار مسجد قدیم جس میں اب سکھ لوگ رہتے ہیں۔ اور سر راہ پانی اور بھنگ پلاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا چبوترہ زیر درخت بنا ہوا ہے۔ اس پر قبر حضرت شاہ کاکو چشتی رح کی ہے "

حضرت شاہ کاکو چشتی رح کے مزار کے شمال کی طرف دروازہ نخاس عہد چغطہ میں بنا ہوا تھا، جو کہ دو منزلہ تھا۔ یہ دروازہ نہایت عالی شان تھا۔ اور مسجد وزیر خاں کے دروازہ کی مانند چینی کے کام والا تھا۔ بنز کانسی کا کام نہایت اعلیٰ کیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں اس جگہ

گھوڑوں کی منڈی لگا کرتی تھی۔ احمد شاہ ابدالی نے جب لاہور پر حملہ کیا تھا۔ تو اس دروازہ پر بیٹھ کر اس نے ناظم لاہور نواب شاہنواز خاں کو اپنے حضور میں آہنی پنجرہ میں قید کرا کر پیش کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ یہ عالیشان دروازہ میاں محمد سلطان نے مسمار کروا دیا تھا۔

اولاد :-

آپ کے فرزندوں میں سے حضرت شیخ اسحاق کاکو نے علم و فضل میں بہت نام پیدا کیا۔ آپ کے ایک فرزند نے ایک مطربہ کی وساطت سے حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوری پر تہمت لگائی۔ سکندر لودھی نے اس کی تصدیق کے لیے دہلی سے خواص خاں نامی ایک امیر کو لاہور بھیجا۔ تحقیق حال کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت شاہ کاکو کے ایک فرزند نے مطربہ کو ایک ہزار بہلولی دسکہ رائج الوقت) دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چار سو نقد دے دیا۔ اور بقایا چھ سو بطور امانت داتو بقال کے پاس ہیں کہ کام کی تکمیل کے بعد دیے جائیں گے۔ جب خواص خاں کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو دہلی واپس جا کر بادشاہ کو تمام قصہ سنایا۔ چنانچہ مجرموں کو ملک بدر کر دیا گیا۔ مگر بعد ازاں حضرت چوہڑ بندگی کی سفارش پر ان کو معاف کر دیا گیا۔ یہ واقعہ پیر غلام دستگیر نامی نے تاریخ جلیلہ میں تحریر کیا ہے۔

وفات اور مزارِ اقدس

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ کاکو رحؒ کی وفات بقول "تذکرۂ شیخ چوہڑؒ بندگی ۸۸۲ ہجری (مطابق ۱۴۷۷ء) میں لاہور میں بعہد سلطان بہلول لودھی ہوئی۔ مفتی صاحب نے تاریخِ وفات اس طرح لکھی ہے:-

چو از دنیائے دوں رخت سفر بست
جناب شاہِ والا جاہ کاکو رحؒ
چو سر در جست تاریخ وصالش
ندا شد "شاہِ اکبر شاہِ کاکو رحؒ"

"حدیقۃ الاولیاء" میں سالِ وفات ۸۸۰ ہجری تحریر ہے۔ اور "تاریخ جلیلہ" میں ۱۴۷۵ء مطابق ۸۸۲ ہجری درج ہے۔

"تذکرۂ قطبیہ" میں لکھا ہے کہ خطہ کوٹ کردڑ (جہاں حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کا مزار ہے، اور میکلوڈ روڈ پر ریلوے پولیس لائینز سے مسجد نقیباں کی طرف واقع ہے) اور مزار حضرت شاہ کاکو رحؒ (شہید گنج - لنڈا بازار) کے درمیان کا علاقہ نیے آباد تھا۔ بلکہ اس زمانہ میں تو دہلی دروازہ سے باہر ریلوے سٹیشن تک سارا علاقہ بے آب و گیاہ اور ویران و غیر آباد تھا۔ اور یہاں حضرت

شاہ کاکو رح کا مزار تھا۔ یہاں کسی زمانہ میں نخاس بازار تھا۔ جس میں گھوڑوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اور ناظمانِ لاہور کے زمانہ میں یہاں باغی سکھوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں سکھوں نے اس جگہ کو شہید گنج کے نام سے موسوم کیا۔

حضرت شاہ کاکو رح کا عرس شیخ خوجے کیا کرتے تھے۔ آپ کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی تھی۔ عہدِ اکبری میں اس محلہ کو محلہ شاہ کاکو رح کہا جاتا تھا۔

عہدِ مغلیہ میں مزار کی حالت

اکبری عہد کے اس نامور چشتی بزرگ رح کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جس کے تین گنبد اور دو مینار تھے۔

عہدِ شاہجہانی میں جب شہزادہ دارا شکوہ نے موجودہ لنڈا بازار میں اپنی فلک بوس حویلی تعمیر کرائی، تو اس محلہ کا نام چوک دارا شکوہ مشہور ہوا۔ حضرت میاں میر قادری اکثر اوقات آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے آیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ مزار ایک ولی کامل کا ہے۔

عہدِ مغلیہ میں اس محلہ کی شان و شوکت روز بروز ترقی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ یہ محلہ لاہور کے امیر ترین محلوں میں شمار ہوتا تھا۔ کیونکہ یہاں شاہی محلات اور مساجد بہت سی تھیں۔

سکھوں کے عہد میں مزار کی حالت

مغلیہ خاندان کی جب مرکزیت ختم ہو گئی اور ناظمانِ لاہور کا وقت آیا۔ تو سکھوں نے افراتفری کی انتہا کر دی۔ اور ایک وقت تو سکھوں نے لاقانونیت کی انتہا کر دی۔ اور امین آباد کے اردگرد وہ لوٹ مار مچا دی، کہ توبہ ہی بھلی۔ نواب یحییٰ خاں کے دیوان لکھپت رائے نے اپنے بھائی دیوان جسپت رائے کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے سکھوں کو گرفتار کر کے لاہور لانا شروع کیا۔ اور یہاں دہلی دروازہ کے باہر جہاں حضرت شاہ کاکو کا مزار تھا۔ ان کی گردنیں مارنی شروع کیں۔ عہد سکھی میں سکھوں نے اس مقتل کو شہید گنج کا نام دیا جو اب تک مشہور ہے۔ اور مزار اور مسجد پر ناجائز قبضہ کر لیا۔

مفتی صاحب حدیقۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ سکھوں نے ان حضرت کا سالانہ عرس بند کر دیا اور مریدوں سے پوچھا کہ ان کا عرس تم کیوں کرتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ کہ یہ بزرگ ولی عابد زاہد تھے۔ اس واسطے ان کا عرس ہوتا ہے۔ یہ سن کر ایک سکھ بولا کہ میں اس کا امتحان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اس بیر کے درخت پر جو حضرت کی قبر پر ہے چڑھ گیا اور قبر پر پیشاب کرنے لگا۔ اسی وقت پاؤں پھسل کر نیچے آ پڑا۔ اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس روز سے پھر سکھ مانع عرس نہ ہوئے۔

انگریزوں کے عہد میں مزار کی حالت

انگریزی عہد میں سکھوں نے مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر لیا۔ کیونکہ اپنے عہد حکومت سے اس عہد تک ان کا قبضہ برقرار رہا تھا۔ اور ایک وقت آیا۔ کہ انھوں نے قبر کے نشان اور چبوترہ کو بھی مٹا دیا۔ نیز مسجد مسمار کر دی۔ یہی وہ مسجد تھی جس کو بعد ازاں مسجد شہید گنج کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور جس پر جولائی ۱۹۳۵ء میں بہ زمانہ وزارت عظمیٰ سر سکندر حیات خاں اور سر ایچ ڈبلیو ایمرسن گورنر پنجاب کے مسلمانوں پر گولی چلائی گئی تھی۔

(خزینۃ الاصفیاء حصہ اول صفحہ ۔ تحقیقات چشتی صفحہ ۱۹۲۔
حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۰۳۔ نقوش لاہور نمبر صفحہ ۱۸۶۔
ذکر جمیل صفحہ ۳۱۔ حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۳۹۔ یادرفتگان صفحہ ۸۵۔

شیخ اسحاق کاکو چشتیؒ

آپ حضرت شاہ کاکو رحؒ چشتی کے فرزند ارجمند تھے۔ اور ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزاری۔ جوانی میں شکار کا بہت شوق تھا۔ جب درس سے فارغ ہوتے، تو عقاب، باز اور شکاری کتّے لے کر شہر سے باہر شکار کو نکل جاتے۔ ساری عمر کسی امیر کے در دولت پر نہیں گئے۔ اور نہ ہی کسی کے آگے دست سوال دراز کیا۔ نہایت مستغنی المزاج اور قناعت پسند تھے۔ حق گوئی میں یکتا اور مظہر انوار صوری و معنوی تھے۔ نیز صوفی منشی بزرگ تھے۔ اہل لاہور "آپ کی ولایت کے بہت قائل تھے"۔ طبقات اکبری میں ملّا نظام الدینؒ لکھتے ہیں کہ آپ نہایت عالم اور متبحر فاضل تھے، بلکہ سرزمین ہند میں اس پائے کے بہت کم اشخاص ہیں۔

ملّا عبدالقادر بدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے ۹۵۵ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیخ موصوف سے لاہور میں شرف ملاقات حاصل کیا تھے۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی۔ شیخ منصور لاہوری اور شیخ منورؒ لاہوری بہت مشہور بزرگ تھے۔ بدایونی کے علاوہ ملک الشعرا فیضیؔ اور شیخ ابوالفضل بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہر وقت یاد حق میں مشغول رہتے۔ اور جب تک کوئی بات نہ پوچھتا تھا

جواب نہ دیتے تھے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نامعقول شخص نے راستہ میں آپ کو پکڑ لیا۔ اور آپ کے سر پر مٹی کا ایک دیگچہ رکھ کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا آپ نے بلا تامل اسے سر پر اٹھا لیا۔ اور اس کے مکان تک اس کو پہنچا آئے۔ جس سے وہ شخص آپ کا غلام بن گیا۔ اور دنیا داری چھوڑ کر عالمِ دین بن گیا۔ شیخ عارف چشتیؒ لاہوری آپ کے ہی مریدانِ باکمال میں سے تھے۔

وفات:۔ تقریباً ایک سو سال کی عمر پا کر ۹۹۶ ہجری مطابق ۱۵۸۸ء میں لاہور ہی میں وفات پائی۔ یہ زمانہ شہنشاہ جلال الدین اکبرؒ کا تھا۔ اور اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ کاکوؒ چشتی کے مزار کے نزدیک موجودہ لنڈا بازار (مسجد شہید گنج) میں دفن ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں بہ زمانہ وزارت نواب سر سکندر حیات خاں سکھوں نے مسجد شہید گنج۔ مزار حضرت شاہ کاکوؒ اور آپ کا مزار اقدس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیا تھا۔

(تذکرہ علمائے لاہور صفحہ ۱۰۹۔ منتخب التواریخ صفحہ ۵۸۹۔ نقوش لاہور نمبر صفحہ ۲۶۳)

شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری

آپ کی ارادت خاندانِ چشتیہ صابریہ سے تھی۔ مفتی غلام سرور "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھتے ہیں۔

"جامع بود میاں عشق و محبت و جذب و سکر و سماع و وجد و فقر مقامی بلند و درجہ معلیٰ داشت۔"

سماع میں حالت غیر ہو جاتی۔ بعض اوقات دو دو تین تین دن مست اور بے خود پڑے رہتے۔ عوام سمجھتے کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔ سلسلہ صابریہ چشتیہ ہے۔ اور حضرت شاہ سروانی جن کا مزار فیض الوابا نین رود پر ہے، سے ملتا ہے۔

"تذکرہ صوفیائے پنجاب" وغیرہ کتب میں آپ کو شیخ محمد صدیق چشتی کا خلیفہ ظاہر کیا ہے۔ جو کہ غلط ہے۔ حقیقت میں وہ دوسرے شیخ محمد سلیم چشتی تھے۔ شیخ محمد صدیق چشتی کی وفات تو ۱۰۸۴ھ میں واقع ہوئی تھی۔ پھر آپ کس طرح ان سے بیعت کر کے خلافت نامہ حاصل کر سکتے تھے۔ قدوسی صاحب نے شیخ محمد سلیم کی تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ (مطابق ۱۶۲۱ء) اور شیخ محمد صدیق چشتی کی تاریخ وفات ۱۰۸۴ھ (مطابق ۱۶۷۴ء) تحریر کی ہے۔ جو کہ حالات سے مطابقت نہیں رکھتی۔

"تذکرۃ الصلحاء" میں لکھا ہے کہ آپ ۲۷۔ رمضان ۱۰۳۰ھ (مطابق

۔اکتوبر ۱۶۲۱ء) عہد نورالدین جہانگیرؒ میں لاہور ہی میں اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔ مگر حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں آپ کی تاریخ وفات ۱۰۰۳ھ بعہد اکبر بادشاہ درج ہے۔ اور بیرون موچی دروازہ میدان زین خان میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار سطح زمین سے دس سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا ہے۔ قدیم قبر معلوم ہوتی ہے۔

تاریخ وفات مفتی صاحب نے اس طرح لکھی ہے :۔

چو از دنیا بہ فردوس بریں رفت
سلیم آں شاہ عالم شاہ حق بیں
"حبیب کبریا مرد سلامت"
بگو سال وصال آں شہ دین

مصنف تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان نے آپ کی تاریخ وفات ۱۳۱۰ھ (مطابق ۱۸۹۲ء) تحریر کی ہے جو غلط ہے۔

(تذکرۃ الصلحا۔ خزینۃ الاصفیا حصہ اول ص۴۵۸۔
تحقیقات چشتی صفحہ ۳۰۹۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۱۵)۔

شیخ دوست محمدؒ چشتی لاہوری

آپ خواجہ نظام الدّین شیخ عبد الشکور بلخی تھانیسریؒ کے خلفائے نامدار میں سے تھے۔ جن کی وفات ۱۶۲۶ء میں بمقام بلخ ہوئی تھی "تذکرہ اولیائے ہندو پاک" میں آپ کو شیخ اللہ داد لاہوری چشتیؒ، مرید حضرت نظام الدّین بلخیؒ تحریر کیا گیا ہے۔

کافی تگ و دَو کے باوجود آپ کے مزار اور سن وفات کے متعلق کوئی علم نہیں ہو سکا۔

(خزینۃ الاصفیاء، صفحہ ۴۶۶)

حاجی شیخ جان اللہ چشتی لاہوری

آپ صابری چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضرت شیخ نظام الدین بلخی چشتیؒ (مدفون بلخ) کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں استعداد کامل تھی۔ تمام عمر لاہور ہی میں ارشاد و ہدایت کے کام میں مصروف رہے۔ لاہور سے آپ پیر و مرشد کی تلاش میں تھانیسر پہنچے۔ اور وہاں حضرت شیخ نظام الدین بلخیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں ان کے ساتھ زیارت حرمین الشریفین سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ بلخ چلے گئے۔ بلخ سے پھر آپ لاہور تشریف لائے۔ تو آپ کی بزرگی اور عظمت کا بہت چرچا ہو گیا۔ اور بے شمار خلقت خدا کی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ اور بقیہ عمر عبادات و ریاضات شاقہ میں گزاری۔ آپ کے لاہوری پیر بھائیوں کے یہ نام ہیں:-

۱۔ حضرت شیخ عبدالکریم چشتی لاہوریؒ مدفون نواں کوٹ نزد باغ زیب النساء

۲۔ بندگی شیخ الہ بخش لاہوری چشتیؒ

۳۔ سید الہ بخش بھکریؒ چشتی رح

۴۔ شیخ دوست محمد لاہوری چشتیؒ

آپ کے پیر و مرشد:- آپ کے پیر و مرشد حضرت نظام الدین

بن عبد الشکورؒ بلخی حضرت شیخ جلال الدّین چشتی تھانیسریؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ جو بلخ میں دفن ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدّین تھانیسریؒ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ چشتی کے جانشین و خلیفہ تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت نظام الدّینؒ بلخی اپنے وطن بلخ میں دنیا کی سیر و سیاحت کے بعد واپس آئے۔ تو ایک دفعہ بلخ کی جامع مسجد کے پیش امام کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے آپ کو بلایا۔ اور وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ امام رافضی ہے۔ جب امام کو معلوم ہوا کہ تو وہ اپنے بارہ ہزار مقتدیوں کے ساتھ تیغ برہنہ لیے آپ کے گھر پر حملہ آور ہوئے۔ اور کہا کہ یا تو مجھے رافضی ثابت کر دو یا قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کے روبرو بات ہو گی۔ جب بادشاہ کے روبرو یہ مقدمہ پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کے پاؤں کا موزہ اتار کر پھاڑیں۔ اور دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔ چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو اس موزہ میں سے ایک کاغذ برآمد ہوا، جس پر شیخین (رضوان اللہ علیہم حضرات صدیق اکبرؓ۔ عمر فاروقؓ) اور حضرت عثمان غنیؓ کے نام لکھے تھے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر نہایت غضب ناک ہوا۔ اور اس امام کو اسی وقت قتل کرا دیا۔

وفات:۔

آپ نے ۹ جمادی الآخر ۱۰۳۹ھ (مطابق ۱۴۔ جنوری ۱۶۳۰ء) عہد شہاب الدّین شاہجہان لاہور میں ہی وفات پائی۔ اور موجودہ نسبت روڈ

(قدیم علاقہ باغ میہاں سنگھ) نزد دیال سنگھ لائبریری پر آپ کا مقبرہ عالی وتمار ہے، جو ایک تنگ گلی میں واقع ہے۔

مفتی صاحب نے تاریخ لکھی ہے :۔

شیخ جان اللہ چوں بحکم قضا
زین جہاں رفت سوئے دارِ جنان
ہست "فیض الحسن" بتاریخش
۱۰۳۹ھ
ہم دگر "اہل فیض جان جہاں"!
۱۰۳۹ھ

(حدیقۃ الاولیا صفحہ ۱۸۔ خزینۃ الاصفیا حصہ اوّل صفحہ ۴۶۶۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۲۰)

حاجی شیخ عبدالکریم چشتی لاہوری

آپ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کے صاحبزادے تھے۔ مضافات لاہور میں سلطان پور کے انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد عبداکبر کے جیّد عالم تھے۔ اور تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنے ابتدائی دور میں ان کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ تمام عمر بدعت اور الحاد کے خلاف معرکہ آرا رہے۔ مگر اس قدر فضل و کمال کے باوجود دنیا کی محبت میں بُری طرح پھنسے تھے۔ جب اکبر مخدوم الملک سے ناراض ہوگیا۔ اور ان کے ہندوستان سے اخراج کا حکم صادر کیا۔ تو یہ حج کے لیے چلے گئے۔ واپسی پر ابھی آپ گجرات میں ہی تھے۔ کہ آپ کو مسموم کر دیا گیا۔ باپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ حاجی عبدالکریم اپنے والد کے ہمراہ حرمین الشریفین گئے تھے۔ علوم درسیہ کی تکمیل اپنے والد عبداللہ انصاری مخدوم الملک ابن شمس الدین سلطان پوری سے کی۔

بیعت و خلافت:

آپ قطب دوراں حضرت شیخ نظام الدین تلنجی چشتی کے خلیفہ شیخ جان اللہ چشتی لاہوری کے پیر بھائی اور مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے صاحبزادے تھے۔ چونکہ آپ ایک عالی وقار خاندان سے تعلق رکھتے

تھے۔ اس لیے آپ نے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور موجودہ نواں کوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ جہاں شاہی باغات اور محلات وغیرہ تھے۔ مصنف حدیقۃ الاولیاء نے تحریر کیا ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے نظام الدین ا۔ ان کے پیر پر ناراض ہو کر ان کو ملک سے نکال دیا، اور وہ حرمین الشریفین کو چلے گئے، تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہ غلط ہے، آپ اپنے والد مخدوم الملک عبداللہؒ انصاریؒ کے ساتھ حج پر شہنشاہ کی ناراضگی کے بعد حرمین الشریفین گئے تھے۔

مدرسہ :-

قیام لاہور میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کر لیا جس کے آپ صدر مدرس تھے۔ چونکہ آپ علم و فضل میں معروف و ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اس لیے آپ کے مدرسے کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ اور بے شمار طالبان علم حق آپ کے مدرسہ میں داخل ہو کر، اور فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ نے ساری عمر وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت میں ہی گزار دی۔ مدرسہ کے ساتھ آپ نے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی آپ فقہ و اصول کے نامور علماء میں سے تھے۔

تصنیفات :-

قیام لاہور میں آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کیں، جن میں شرح "فصوص الحکم" خاص طور پر مشہور ہے، جو کہ فارسی زبان میں ہے آپ کا تصنیف کردہ ایک رسالہ "اسرار عجیبہ" پیران چشت کے ذکر و شغل

کے بیان میں مقبول خاص و عام ہے۔

پہلی دفعہ تو آپ اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے تھے۔ دوسری دفعہ جب آپ لاہور سے اپنے مریدین کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے پا پیادہ گئے تو راستہ بھول گئے۔ احباب پیاس سے العطش العطش کرنے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، اس وقت ایک تیتر نظر آیا۔ اور آپ کے سر پر بولنے لگا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ پانی نزدیک ہے۔ تلاش پر چند قدم کے فاصلے پر چشمہ نظر آیا۔ چنانچہ شکر الٰہی تمام احباب بجا لائے۔ پانی پیا، وضو کیا اور غسل بھی۔ پھر فرمایا کہ ایک تیتر ہماری سلامتی کا باعث بنا ہے۔ اس لیے میرے مرید آئندہ سے تیتر کا شکار نہ کریں اور نہ ہی اس کا گوشت کھائیں۔

وفات :-

آپ کی وفات حسرت آیات ۷۔ رجب ۱۰۴۵ ہجری (مطابق ۲۵۔ دسمبر ۱۶۳۵ء) بعہد شہاب الدین شاہجہان ہوئی۔ ان دنوں نواب وزیر خاں لاہور کے گورنر کے عہدے پر فائز تھا۔ اور باغ زینیدہ بیگم کے باہر نوای کوٹ میں مدفون ہوئے۔ آج کل اس علاقہ کو خاور پارک کہا جاتا ہے۔

نزہتہ الخواطر میں آپ کی تاریخ وفات ۲۴۔ رجب ۱۰۲۵ھ (مطابق ۱۶۱۶ء) تحریر ہے۔

ایک معمولی سے احاطہ میں چار قبور ہیں:-

۱۔ حاجی عبدالکریم چشتیؒ۔

۲۔ حضرت دیوان صاحبزادہ کلاں شیخ یحییٰؒ۔

۳۔ اللہ نورؒ منجھلے صاحبزادے۔

۴۔ عبدالحقؒ صاحبزادہ خورد۔

مزید براں دیگر قبور موسیٰ حضوری (اعلیٰ حضورؒ) صاحبزادہ حاجی صاحب۔ عظیم شاہ خادم اعلیٰ حضورؒ۔ غلام شاہ سجادہ نشینؒ۔ اور فرزند غلام شاہ کبھی ہیں۔ حاجی صاحبؒ کے چار فرزند تھے اور چاروں کی قبور اس جگہ ہیں۔

(حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۲۱۔ حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۸۸ خزینۃ الاصفیا حصہ اول صفحہ ۴۰۷۔ تحقیقات چشتی صفحہ ۵۷۲)۔

شیخ عبداللہ پاک بندگی چشتیؒ

آپ محلہ حاجی نالہ لاہور کے رہنے والے تھے۔

شجرۂ طریقت:۔

آپ حضرت نظام الدینؒ بلخی چشتی کے مرید تھے۔ وہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے، وہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے، وہ شیخ احمد عبدالحقؒ کے، وہ حضرت شیخ جلال الدینؒ پانی پتی کے۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترکؒ پانی پتی کے، اور وہ حضرت شیخ علی احمد صابر کلیریؒ کے اور وہ حضرت بابا فرید الدینؒ گنجشکر کے۔ آپ کے حالات معلوم کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ مگر کہیں سے بھی نہ مل سکے۔

مزار:۔

آپ کا مزار باغ بھگت رام میں واقع ہے، جس کا اب کوئی نام و نشان تک نہیں ہے۔ نیز سنِ وصال کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔

(تحقیقات چشتی صفحہ ۳۸۱)

سید اللہ بخش چشتی لاہوری

آپ حضرت شیخ نظام الدین عبدالشکور بلخیؒ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ صائم الدہر تھا اور ایک مٹھی کھیلیں آٹھ روز کے روزے افطار کرنے میں خرچ آتی تھیں۔ ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہتے تھے۔ لاہور کے عوام الناس آپ کو خدا بین اور بعض لوگ خدا نما کہتے تھے۔

"تذکرۃ الاولیائے ہند" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ آدم بنوری نقشبندیؒ نے آپ کو خط لکھا کہ "تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں، یا بے مرضی۔ اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو اس عقیدۂ بد سے توبہ کرو۔ جو معتقد روایت پروردگار دنیا میں ملحد و زندیق ہیں۔"

آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ شیخ آدمؒ نعمت رویت سے محروم ہیں۔ مگر تجھ کو مشرف کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص بیہوش ہوا، اور دوپہر کے بعد اس کو ہوش آیا۔ سید اللہ بخش سے عرض کی کہ اب میں امیدوار ہوں کہ باقی زندگی خدمت حضور میں گزاروں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے تو شیخ کے پاس جا۔ میرا جواب دے۔ اور حقیقت رویت سے آگاہ کر۔ اور یہ مرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔

مزار ان کا لاہور میں ہے۔ مگر دریافت نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی سن وفات کا پتہ چل سکا ہے۔

آپ کے خلفاء میں سے شیخ محمد مرزا سرہند میں آسودہ ہیں، جو ایک کامل درویش گزرے ہیں۔

آپ کے مرشد کی وفات ۱۶۳۶ء میں ہوئی تھی۔ اور مزار بلخ میں ہے۔

(خزینۃ الاصفیا صفحہ ۴۶۶۔
خضرِ عارفاں، صفحہ ۴۷۴۔
"تذکرہ اولیائے ہند و پاک صفحہ ۲۱۶۔

شیخ عبدالخالق چشتی صابری لاہوری

آپ کے ابتدائی حالات کے بارہ میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔

بیعت :-

آپ حضرت شیخ حیان اللہ چشتیؒ کے نامور خلفا میں سے تھے۔ علوم ظاہری وباطنی میں یگانۂ آفاق تھے۔ سماع کا بے انتہا شوق تھا۔ حالت سماع میں ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کے جسم سے روح پرواز کر چکی ہے۔ اور لوگوں کو شبہ ہو جاتا، کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ نیز حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے اس کو مدہوش کر دیتے۔ جو شخص بھی آپ کے سلسلہ میں شامل ہوتا، کامل ہو جاتا آپ کا لنگر خانہ عام لوگوں پر ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ اور دونوں وقت فقراء اور مساکین آپ کے لنگر خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔

رائے بہادر کنہیا لال "تاریخ لاہور" میں (مقابر حقبرہ واحاطہ میدان زین خاں) کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ کہ اس میں ایک پختہ احاطہ جامع مسجد وباغیچہ و پختہ قبور بنی ہوئی ہیں۔ یہ قبور بزرگان خاندان چشت کی ہیں اسمائے گرامی یہ ہیں :-

محمد صدیقؒ۔ محمد سلیمؒ۔ محمد عبدالخالقؒ۔ فاضل خوردؒ و فاضل کلاںؒ یہ سب بزرگ اپنے وقت کے عالم و فاضل و فقیر، صاحب زہد و ریاضت تھے۔ ان میں سے محمد صدیق ۸ ذی الحجہ ۹۹۰ھ میں فوت ہوا۔ اور

محمد سلیمؒ ۳ ۔ ذی الحجہ ۱۰۳۰ھ میں فوت ہو کر یہاں دفنایا گیا۔ اور عبدالخالقؒ نے ۱۶ ۔ ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد خیر شاہ جانشین ہوا۔ اس کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی۔ یہ ساتویں ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ میں فوت ہوا اس کی قبر بھی اسی احاطہ میں ہے۔ بعد ازاں رکن الدینؒ جانشین ہوا ہے وہ بھی اب چند سال ہوئے کہ مر گیا ہے۔ رکن الدین اس مکان کی بہت خدمت کرتا تھا۔ خاندان ان کا صابریہ چشتیہ ہے۔ اور سلسلہ شاہ میر ربانی رحمہ کے ساتھ ملتا ہے۔ رائے بہادر موہن لال نے یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں شائع کرائی تھی تحقیقات چشتی میں سال وفات ۱۱۳۸ھ درج ہے۔

وفات :۔

آپ کا انتقال لاہور میں ۱۲ جولائی ۱۶۴۹ء (۱۲ ۔ رجب ۱۰۵۹ھ) کو بعہد شہاب الدین شاہ جہاں ہوا۔ اس وقت لاہور کا گورنر قاضی افضل تھا آپ کا مزار پر انوار میدان زین خاں (بیرون موچی دروازہ) میں واقع ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۴۳ ۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۲۲ ۔ خزینۃ الاصفیا حصہ اول صفحہ ۴۷۶ ۔ تحقیقات چشتی صفحہ ۳۰۹ ۔

شیخ عارف چشتی لاہوری

شیخ موصوف حضرت شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی کے خلیفہ مجاز تھے۔ زہد و تقویٰ اور فقر و استغناء کی وجہ سے میاں عارف کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ لکھا ہے کہ آپ جامع کرامات تھے۔ ہر مہینے کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے، اور اپنے حجرے کا دروازہ دس دن تک بند کر کے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور کھانا تک نہ کھاتے۔ جب اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ تو تمام لوگوں کو جو آپ کے دیدار کے لیے حاضر ہوتے دور کر دیا جاتا۔ اگر کوئی وہاں رہ جاتا، تو آپ کی نظر جلالت سے اس پر تین دن تک بے ہوشی طاری رہتی۔ اور تارک الدنیا ہو جاتا۔ سماع میں بھی آپ کی حالت غیر ہی رہتی۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی، کہ لوگوں کو شائبہ ہوتا کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔

شہزادہ دارا شکوہ سے مسائل توحید میں گفتگو کرتے۔ اور دونوں بزرگ خوب محظوظ ہوتے۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ اس مزار کی دوبارہ مرمت کی گئی ہے۔ موضع مزنگ کے معتبر و ضعیف لوگ بیان کرتے ہیں کہ رات کو دور سے اس قبر پر چراغ جلتا نظر آتا ہے۔ جب نزدیک ہوتے ہیں تو کوئی چراغ نہیں ہوتا۔

وفات :-

آپ کی وفات ۱۰۶۴ ہجری (مطابق ۱۶۵۴ء) میں بعہد شہاب الدین شاہ جہان لاہور میں ہوئی۔ شیخ عبدالکریم صوبہ لاہور تھے اور قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات حالتِ اعتکاف میں ہوئی جس کا آپ نہایت التزام سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

مفتی صاحب نے تاریخِ وفات یوں لکھی ہے :-

چوں جناب عارف چشتی ولی!
سوئے جنّت شد ازیں عالم رواں
سال وصلش گو "فریدِ حق پرست" ۱۰۶۴ھ
بارِ دیگر "عارفِ چشتی بخواں" ۱۰۶۴ھ

موجودہ حالت میں مزار ایک اونچے چبوترے پر نہایت شکستہ حالت میں حاجی نور کی چار دیواری کے شرق رویہ قبرستان براچیاں میں لٹن روڈ پر دل افروز سٹریٹ جو بہاول پور روڈ پہ ملتی ہے، واقع ہے۔ مزار کے ایک طرف کچے راستے پر شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتیؒ لاہوری کی قبر ہے۔ اور اندرون احاطہ دوسری طرف قبرستان پراچہ برادری ہے۔ مزار کے اوپر ون کا درخت ہے۔ اسی احاطہ میں ایک چھوٹا سا اور احاطہ ہے، جس میں حاجی نور اور محمد بخش پراچہ کی قبور وغیرہ ہیں۔

حاجی نور محمد عہدِ شاہجہان میں لاہور کے ایک نہایت امیر کبیر رئیس

ایک دفعہ شاہجہان کو ایک مہم کے سلسلہ میں روپیہ کی ضرورت پڑی، تو حاجی صاحب نے بادشاہ کو چار کروڑ روپیہ دیا تھا۔ فتح کے بعد جب بادشاہ نے یہ رقم واپس کرنی چاہی تو آپ نے یہ کہہ کر رقم نہ لی۔ کہ تو میرا فرزند ہے۔ اب یہ روپیہ تیرا مال ہے۔ آپ کی قبر پر سنگِ مرمر کا کتبہ لگا ہے۔ جس چار دیواری میں آپ کا مزار ہے، اس کو چار مصلّی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ چار دیواری میں ہر چار اطراف محرابیں ہیں۔

تاریخ لاہور، صفحہ ۲۹۸
خزینۃ الاصفیا جلد اوّل، ۴۷۶ صفحہ۔
تحقیقاتِ چشتی، صفحہ ۱۷۸۔
حدلقیۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۲۲۔

سید صبور شاہ ولی چشتی لاہوری

تحقیقاتِ چشتی کے صفحہ ۸۹ پر تحریر ہے کہ مسجد حضرت شاہ چراغ کے غرب رویہ ایک اور چبوترہ ہے۔ اس پر چار دیواری بوسیدہ بمعہ مزار شیدت شاہ مُرید حضرت شاہ چراغ کے ہے۔ اور درخت دان کا کھڑا ہے۔ حضرت شاہ چراغ قادری گیلانی کا وصال ۱۶۵۷ء میں لاہور میں ہی ہوا تھا۔ پتہ نہیں۔ یہ صبور شاہ ولی چشتی وہی ہیں، یا کوئی اور چشتیہ سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مزار :-

سٹیٹ بنک آف پاکستان اور اکونٹنٹ جنرل حکومت مغربی پاکستان کے دفاتر کے درمیان ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مزار واقع ہے۔ احاطہ کے باہر ایک بورڈ آویزاں ہے۔ جس پر تحریر ہے" مزار حضرت صبور شاہ ولی چشتی۔ موجودہ حالت میں اس احاطہ میں جس کے چاروں طرف لوہے کے خاردار جنگلے لگے ہیں۔ ایک تختے پر تین قبور ہیں۔ اور نچلے حصہ میں ایک قبر ہے۔

ہر جمعرات کو یہاں دیا اور پھول چڑھتا ہے۔

سن وفات اور حالات نہیں مل سکے۔

شیخ محمد عارف چشتی لاہوریؒ

شیخ موصوف شیخ عبدالخالق چشتی لاہوریؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں فرید العصر تھے۔ جامع علم و عمل اور عارف باللہ ہونے کے علاوہ علوم ظاہری و باطنی میں خانوادہ چشتیہ سے منسلک تھے۔ فقر و تجرید میں بلند شان رکھتے تھے۔ سماع کے رسیا تھے۔ مفتی غلام سرورؒ لاہوری "حدیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں:

"تجرید و تفرید میں بلند شان رکھتے تھے۔ جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے ظہور میں آجاتا۔ ایک روز خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا اور آپ وجد کی حالت میں تھے، قوال یہ بیت پڑھ رہے تھے

شعر
آں مسیحائے کہ جاں در دست اوست
می دہد جاں گر بمیرم چند بار

اچانک اس وقت ایک شخص اپنے بیمار لڑکے کو جو قریب مرگ تھا، چارپائی پر ڈال کر اس مجلس میں لے آیا اور التجا کی کہ حضرت اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے چہرے پر پھیرا تو اسے اسی وقت شفا ہو گئی۔

وفات:-

آپ کی وفات ۷۔ ذی الحجہ ۱۰۷۱ ہجری (مطابق ۴ جولائی ۱۶۶۱ء)

ہیں بعہدِ اورنگ زیب عالمگیرؒ لاہور میں ہوئی۔ اس وقت نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور تھا۔ مفتی صاحب نے تاریخ وفات یوں قلمبند کی ہے:

شیخ عارف عارفِ اہل کمال
شد چو از دنیا بخلد جاوداں
رحلتش عارف ثریا جاہ گو
ہم بخواں "عارفِ شہنشاہِ جہاں"
۱۰۷۱ھ

مزار میدانِ زین خاں، بیرون موچی دروازہ واقع ہے۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل، صفحہ ۴۷۹۔

۲۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، صفحہ ۱۲۳۔

۳۔ حدیقۃ الاولیاء، صفحہ ۱۴۳۔

شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری

بارہ برس کی عمر میں آپ علوم ظاہری کی تکمیل میں کوشاں ہوئے۔ اور بیس سال کی عمر میں علوم دینی کی طرف مائل ہو گئے۔

بیعت:-

آپ حضرت شیخ محمد عارف چشتی لاہوری کے مریدان باصفا اور نامور خلفا میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے آفاق تھے۔ تمام دن بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ اور رات کو طالبانِ حق کی تربیت فرماتے۔ ہزار ہا کی تعداد میں خلقت خدا نے آپ سے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل کی۔ سماع کا بہت شوق تھا۔ حالتِ وجد و سماع میں جس پر نظر پڑ جاتی۔ وہ تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔

صاحب نزہتہ الخواطر نے لکھا ہے کہ آپ کا تمام وقت ارشاد و تلقین اور درس و تدریس میں ہی گزرتا تھا۔

وفات:-

شیخ موصوف ۸۔ ذی الحجہ ۱۰۸۴ھ (مطابق ۵ مارچ ۱۶۷۴ء) بعہد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں انتقال فرما گئے۔ اور بیرون موچی دروازہ میدان زین خاں میں مدفون ہوئے۔ موجودہ وقت میں آپ کی قبر جمبر لین روڈ پر احاطہ قادر بخش میں لکڑی کی دوکانوں کے

کے پاس ہے۔ اس کے نزدیک مندر بالمیکاں بھی ہے۔ مزار سے شمال مغربی گوشہ میں مسجد بھی ہے۔ نزدیک ہی پیپل کے دو قدیم درخت ہیں وسیع احاطہ ہے، جس جگہ پر اب قبور ہیں، شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں یہاں نواب زین خاں کا باغ تھا، جس کے آثار اوائل عہد انگریزی تک موجود تھے۔ اور باغ کا دروازہ بھی شکستہ حالت میں موجود تھا۔ سید محمد لطیف نے "ہسٹری آف لاہور" میں آپ کی تاریخ وفات ۱۵۸۲ء، عہد اکبر تحریر کی ہے۔ تحقیقات چشتی میں سالِ وفات ۹۹۰ ہجر (مطابق ۱۵۷۲ء) درج ہے۔

(تذکرۃ الصلحاء
تحقیقاتِ چشتی، صفحہ ۳۰۹
حدیقۃ الاولیاء، صفحہ ۴۳۔
ہسٹری آف لاہور، صفحہ ۹۵۔
خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل، صفحہ ۴۸۳)

شیخ پیر محمد چشتی لاہوری

آپ کا اسم گرامی محمد شاہ اور مشہور پیر شیرازی کے نام سے تھے۔ بلوچ قوم کے افراد جو مزنگ میں رہائش پذیر تھے۔ سب حضرت کے مرید تھے۔ ان کا اصلی وطن شاہ پور بھار اور اپنے مریدوں کے پاس مزنگ میں اکثر و بیشتر آیا کرتے تھے۔ آپ کی بیعت خاندان چشتیہ سے تھی۔

آپ نے اپنی زندگی میں میانی میں ایک خانقاہ اور مسجد بھی بنوائی۔ جب آپ کے وصال کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا، کہ مجھے لاہور میں دفن کرنا۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

وفات :۔

آپ کی وفات ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں ہوئی۔ اور میانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ جہاں آپ کا مزار ہے اس کو تکیہ پیر شیرازی والہ کہا جاتا ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۹ - یادرفتگان، صفحہ ۸۷ - تحقیقات چشتی صفحہ ۱۸۷)

سید غلام محمد چشتیؒ سبزواری لاہوری

آپ کے آباؤ اجداد علاقہ سبزوار سے نقل مکانی کر کے صوبہ ملتان میں اقامت گزین ہوئے۔ بعدازاں اوچ شریف کے موضع احمد پور میں آباد ہوئے۔ شہنشاہ محی الدین عالمگیرؒ المتوفی ۱۷۰۷ء نے جب آپ کی علمیت کا چرچا سنا۔ تو دہلی بلا بھیجا اور آپ کو لاہور کے قاضی کا عہدہ پیش کیا، جس کو آپ نے قبول فرمایا۔ اور کئی سال تک لاہور کے قاضی رہے۔ آپ فنِ طبابت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ہزارہا لوگوں نے آپ سے دینی و دنیاوی فیض حاصل کیا۔

موچی دروازہ کے اندر جو "مبارک حویلی" ہے، اور جس میں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ، شاہ شجاع، شاہ افغانستان مع اپنی بیگمات کے اقامت گزین ہوا تھا۔ اور پھر نواب فتح علی خاں قزلباش انگریزی عملداری میں قابض رہا۔ انہی قاضی کے برادر زادہ میر ذوالفقار علی نے تعمیر کروائی تھی۔ جو کہ ایک امیر کبیر تھے۔

قاضی غلام محمدؒ عربی فارسی کے جید عالم تھے۔ فقہ و حدیث اور علمِ منطق و معقول میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ لاہور کی علمی مجالس کے روحِ رواں تھے۔ فاضلِ اجل اور عالم متبحر ہوئے ہیں۔ فنِ طبابت میں دمِ علیسوی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کہ جو بیمار آیا۔ جانِ تازہ پاکر گیا۔

آپ سید چراغ علی شاہ چشتی رح لاہوری کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔

وفات :-

وفات لاہور میں ہوئی۔ اور قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ مگر موقعہ قبر معلوم نہ ہو سکا۔

("تذکرہ علمائے لاہور" صفحہ ۵۳
تحقیقات چشتی " ۱۸۲)۔

سید رحمت اللہ شاہ چشتی لاہوری

آنجناب نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور کے پیر و مرشد تھے
نواب صاحب محمد شاہ کی طرف سے سکھوں کی سرکوبی کے لیے خاص طور پر
ناظم لاہور مقرر ہوئے تھے۔

سکھوں کی غارت گری کے زمانہ میں رنجیت سنگھ نے اپنی فوج
کے ایک حصّہ کی چھاؤنی آپ کے مزار کے قرب و جوار میں بنا دی تھی۔
فوجیوں نے مزار کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھا۔ تو وہاں سے سانپ
نکلنے شروع ہو گئے۔ جنھوں نے کئی سکھ فوجیوں کو کاٹ کھایا۔ اور وہ
مر گئے۔ اس دہشت سے فوجی خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے یہ جگہ
خالی کر دی۔ اس لیے آج سے سو سال قبل زمیندار لوگوں نے آپ
کو "سپاں والا پیر" کے نام سے موسوم کیا۔

وفات ۱۷۰۸ء میں سید اسلم خاں نائب ناظم لاہور کے عہد
میں ہوئی۔

آپ کا مزار موجودہ وقت میں ایک معمولی سے احاطہ میں
واقع ہے، جو ایک کنویں کے نزدیک ٹوٹی پھوٹی حالت میں
مزروعہ کھیتوں کے درمیان واقع ہے۔ مزار کے شمال میں نسرو والا مقبرہ
نواب شرف النسا بیگم، مغرب کی طرف بیگم پورہ اور جنوب کی طرف

مقبرہ دائی انگہ اور گلابی باغ واقع ہے۔ چار دیواری کے اندر دوسری قبر آپ کے صاحبزادے سید برکت اللہ شاہ کی ہے۔

مصنف تحقیقاتِ چشتی لکھتے ہیں، کہ آپ کی وفات کے بعد نواب عبدالصمد خاں نے اپنے دورِ اقتدار میں آپ کا مقبرہ بنوایا تھا۔ مگر اب تو مقبرہ کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔ صرف کنوئیں کے پاس کھیتوں میں ایک چھوٹی سی چار دیواری میں دونوں مزارات واقع ہیں۔

(ہسٹری آف لاہور، صفحہ ۱۳۷
تحقیقاتِ چشتی، " ۳۸۹)

شیخ دریام شاہ چشتی لاہوری رح

آپ بہادر شاہ کے عہد حکومت (۱۷۰۸ء سے ۱۷۱۲ء) میں چشتیہ خاندان کے ایک ولی کامل گزرے ہیں۔ بہادر شاہ اوّل کا انتقال لاہور کے قلعہ میں ہوا تھا۔ اور لاش بعد ازاں دہلی روانہ کردی گئی تھی۔

شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں دریام شاہ نے ایک بڑا عظیم الشان حمام تعمیر کرایا تھا۔ جب کہ ۱۲۳۱ھ (مطابق ۱۸۱۵ء) میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس خیال سے گرا دیا تھا۔ کہ اس عالیشان اور سنگین حمام میں کوئی خزانہ اگر نہاں نہ ملے۔

بعد ازاں ایک فقیر گنج علی شاہ نے اس جگہ ایک تکیہ تعمیر کرالیا۔ اور اس میں رہائش اختیار کی۔ اور یہ جگہ اس کے نام سے موسوم ہو گئی۔

وفات:۔

وفات اس جگہ جہاں تکیہ گنج علیشاہ ہے، ہوئی۔ یہ جگہ شاہ عالم دروازہ کے باہر گھاس منڈی کے پاس ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد اور تکیہ ہے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

(دربار رفتگان صفحہ ۱۰۰۔ تحقیقات چشتی، صفحہ ۵۸۶)

مولوی نظام الدین چشتی المشہور پیر مہکا لاہوری

آپ "تحقیقات چشتی" کے مصنف مولوی نور احمد چشتیؒ جن کی قبر گھوڑے شاہ روڈ پر کوچہ محمدی کے بالمقابل کھیتوں کے پاس واقع ہے، کے اجداد میں سے تھے۔ آپ ناظمانِ لاہور کے زمانہ میں لاہور وارد ہوئے۔ اور نواب خان بہادر کے صاحبزادے نواب یحییٰ خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ مولوی احمد بخش یکدل چشتیؒ، اور ان کے صاحبزادگان مولوی نور احمد چشتیؒ۔ مولوی محرم علی چشتیؒ آپ کی اولاد میں تھے۔ مولوی محرم علی چشتی ایڈووکیٹ کے فرزند مولوی محمد ابراہیم علی چشتی مرحوم جن کا انتقال ۹ جولائی ۱۹۶۸ء کو ہوا۔ بہت بڑے فاضل انسان تھے۔ مولوی ابراہیم علی چشتی مرحوم حضرت صابر شاہ ولی مرشد احمد شاہ ابدالی کے احاطۂ مزار، عقب شاہی مسجد لاہور میں دفن ہوئے۔

عقیدت کی بنا پر عوام میں آپ پیر مہکا کے نام سے معروف ہیں جن لوگوں کے جسم پر مہکے وغیرہ ہوں، وہ مزار پر جاکر منت مانتے ہیں۔ اور جب یہ مہکے جھڑ جاتے ہیں تو مزار پر پھولوں کے ہار اور جاروب نذر کیے جاتے ہیں۔

وفات :- آپ کی وفات ۱۱۱۷ ہجری ۱۷۳۷ء میں بعہد محمد شاہ

رنگیلا ہوئی۔ اس وقت اعز الدولہ خاں بہادر نواب ذکریا خاں لاہور کے ناظم تھے۔ سید محمد لطیف "ہسٹری آف لاہور" میں لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۷۰۵ء یعنی اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات سے دو سال قبل وفات پائی تھی اور یہی تاریخ وفات یاد رفتگان میں تحریر ہے۔

مقبرہ :-

وفات کے بعد آپ کا مقبرہ فرمانِ شاہی کے مطابق نہایت عالیشان اور مستحکم تعمیر ہوا۔ جو آج بھی میو روڈ (علامہ اقبال روڈ) گڑھی شاہو میں ریلوے کالونی میں واقع ہے۔ اب نہایت خستہ حالت میں ہے نہ ہی محکمہ آثار قدیمہ حکومت مغربی پاکستان اور نہ ہی ریلوے والے اس کی حفاظت کی طرف کوئی خاص توجہ دے رہے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی اولاد میں سے کسی کو اس کی طرف توجہ ہے۔ مقبرہ آبادی محمد نگر کے بالمقابل ہے اور سڑک سے بآسانی نظر آتا ہے۔

(ہسٹری آف لاہور صفحہ ۱۶۴، یاد رفتگان صفحہ ۹۷،
تذکرہ علمائے لاہور " ۵۶، تحقیقات چشتی " ۳۹۱)

شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری

آپ مشائخ چشتیہ صابریہ میں سے ایک نامور بزرگ، صاحب طریقت و شریعت گزرے ہیں۔ خرقہ خلافت آپ کو شیخ محمد صادق چشتی لاہوری سے مرحمت ہوا تھا۔ سماع سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ اور حالتِ سماع میں اپنے پیرانِ طریقت کی طرح ان پر بھی ایسی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ کہ بعض اوقات معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں علمائے لاہور بوجہ آپ کے سماع کے دشمن ہو گئے۔ اور انھوں نے بادشاہ سے درخواست گزاری کہ ایسے شخص کو قتل کرنا ہی مناسب ہے۔ بادشاہ نے وہ عرضی صوبہ لاہور کے پاس برائے تحقیق ارسال کر دی۔ مگر جب صوبہ لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اصلیت پاکر آپ کا مرید ہو گیا۔ اس کے علاوہ بے شمار خلقت کو آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

وفات: آپ کا انتقال پرملال ۳۔ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (مطابق ۳ مارچ ۱۷۳۹ء) کو لاہور میں ہوا۔ مگر مزار معلوم نہیں ہو سکا۔

(حدیقۃ الاولیا صفحہ ۷۸۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول، صفحہ ۴۹۷۔)

حافظ محمد حسین چشتی لاہوریؒ

"تحقیقاتِ چشتی" سے آپ کے حالات پر مکمل روشنی نہیں پڑتی کہ آنجناب کس سن میں لاہور میں رہائش پذیر ہوئے۔ اور نہ ہی آپ کی تاریخ وفات کا علم ہوسکا۔ کتاب مذکور میں تحریر ہے۔ کہ "چار دیواری شیخ طاہر بندگیؒ کے شمال رویہ جو ایک کوٹھہ دالان مسقف مرتبہ مسکونہ گورکناں ہے۔ اس کے شمال رویہ درخت برنا میں قبر حضرت حافظ محمد حسینؒ چشتی ایک چبوترہ قدِ آدم بلند پر واقع ہے۔ اس کے ساتھ دو قبریں حافظ محمد نو نا ریؒ کی اور دوسری حضرت حافظ قاریؒ ان کے بھائی کی۔ اور جنوب رویہ اس چبوترہ کے ایک اور چبوترہ خورد۔ اس پر نشان مسجد بھی ہے۔ اس پر دو قبریں ایک حسن شاہؒ دوسری محسن شاہؒ۔ یہ بہ عہد رنجیت سنگھ دفن ہوئے۔ اور سلسلہ حضرت کا چشتیہ ہے۔"

بقول "تحقیقاتِ چشتی" آپ کا مزار قبرستان میانی میں حضرت طاہر بندگیؒ کے مزار پُرانوار کے شمال رویہ واقع ہے۔ میاں ظہور دین گورکن تکیہ پہلواناں نے آپ کے مزار کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ کہ آپ بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کے مزار کے ایک طرف مسجد میاں سلطان۔ اور دوسری طرف تکیہ لوز ماہی

ہے۔ تیسری طرف مزار میاں محمد سلطان مرحوم اور رستم ہند بوٹا پہلوان اور آغا حشر کاشمیری کا ہے اور آپ کا مزار اونچے چبوترہ پر واقع ہے۔

(تحقیقات چشتی، صفحہ ۱۸۵)

نواب سیّد بھکاری خاںؒ چشتیؒ لاہوری

بھکاری خاں کے والد کا نام روشن الدّولہ طرّہ باز خاں تھا۔ جو محمد شاہ کے عہد میں ایک جلیل القدر امیر تھا۔ اس نے چاندنی چوک دہلی میں کوتوالی کے نزدیک سنہری مسجد تعمیر کروائی تھی۔ باپ نے اپنے پیر و مرشد میراں سیّد بھیک چشتیؒ کی نسبت سے اپنے لڑکے کا نام بھکاری خاں رکھا۔

آپ میر معین الملک المعروف میر منّو ناظم لاہور کے زمانہ میں امیر الامراء میں سے تھے۔ اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے نائب صوبہ لاہور تھے۔ بڑے خوبرو۔ متقی اور عالم تھے۔

بیعت :۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت میراں سید بھیکھ چشتی سے بیعت تھے۔ جو حضرت شاہ ابوالمعالیؒ چشتی صابری کے نامور خلفاء میں سے تھے۔

تعمیر سنہری مسجد لاہور

چونکہ آپ اہل لاہور کے نزدیک نہایت ہر دلعزیز تھے۔ اس لیے انھوں نے اس میں اور اضافہ کرنے کے لیے ڈبی بازار میں سنہری

مسجد تعمیر کروائی۔ جس کے تین سنہری گنبد آج بھی گرد و نواح کی زینت کو دوبالا کر رہے ہیں۔ نواب نے یہ مسجد ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۱۷۴۹ء میں بنوائی تھی۔ گنبدوں اور چھوٹی برجیوں پر سونا تانبے کے تختوں پر ایسی خوبصورتی اور مضبوطی سے چڑھایا گیا ہے۔ کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود سونے کی ابھی تک وہی چمک دمک ہے۔

سکھوں کے زمانہ میں اس مسجد پر اکالیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور مسجد کے اندر گرنتھ رکھ دیا تھا۔ لیکن بعد میں مسلمانوں کی درخواست پر یہ مسجد واگذار کر دی گئی۔ مگر دکانیں انگریزی عہد تک ضبط رہیں۔ آخر نواب نوازش علی خاں اور خان بہادر ڈپٹی محمد برکت علی خاں کی کوششوں سے گورنر پنجاب ایجرٹن صاحب نے یہ مسجد واگزار کر دی۔ اور اب تک آباد ہے۔ پہلے اس کا انتظام انجمن اسلامیہ کے پاس تھا۔ اب محکمہ اوقاف نگرانی کرتا ہے۔

وفات :-

آپ چونکہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ اس لیے نواب معین الملک عرف میر منو کے انتقال پر اس کی بیوی مراد بیگم نے آپ سے نکاح کی خواہش کی۔ مگر نواب صاحب کے انکار پر بیگم اس کی جان کی دشمن ہو گئی۔ اور بالاخر محل میں بلوا کر قتل کروا دیا۔ اور نعش کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور

یہ نیکوکار جوان اس ستم گار عورت کے ہاتھوں درجۂ شہادت کو پہنچا۔ مدفن کا پتہ نہیں چل سکا۔

(تاریخ لاہور، صفحہ ۱۵۲
خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۲۹۳۔

شیخ خیر شاہ چشتی لاہوریؒ

اسم گرامی شیخ خیر الدّین تھا۔ مگر خیر شاہ کے نام نامی سے ملقّب ہوئے

بیعت :-

آنجناب حضرت شیخ سلیم چشتیؒ لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو بھی اپنے پیر و مرشد کی طرح وجد و سماع سے خاص التفات تھا۔ فقراء اور درویشوں کے لیے لنگر جاری رہتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات اغنیا بھی شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے سلسلہ کو سکھوں کی مکمل غارت گری کے زمانہ میں بھی جاری رکھا۔ اور چشتی فقراء کی شان کو اس قیامت خیز زمانہ میں بھی قائم و دائم رکھا۔ آپ مشہور شاعر بھی تھے۔ اور آپ کا دیوان بھی ہے۔ نیز ہزارہا کرامات آپ کی مشہور ہیں۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ محلہ زین خاں میں ایک قبرستان فقرائے چشتیہ خیر شاہی کا بنا ہوا ہے۔ اس میں مسجد پختہ اور مقابر پختہ ہیں۔

وفات :-

تذکرۃ الصلحا میں آپ کی وفات ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۲۸ھ (مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۱۳ء) درج ہے۔ اور قبرستان میانی میں حضرت شیخ طاہر بندگیؒ

قادری نقشبندیؒ کے مزار پر انوار دربار قادریہ کے قرب و جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کا وصال مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں ہوا۔ رائے بہادر کنہیا لال مصنفِ تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ آپ کا مزار اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سلیمؒ کے احاطہ میں یعنی میدان زین خاں بیرون موچی دروازہ عقب کوٹھی خان بہادر ڈپٹی برکت علی خاں میں واقع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحقیقاتِ چشتیہ میں سالِ وفات ۱۲۴۶ ہجری مطابق ۱۸۳۰ء درج ہے۔ اور حدیقۃ الاسرار میں ۱۲۲۰ ہجری درج ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۵۳۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار صفحہ ۱۲۹۔ تاریخ لاہور صفحہ ۹۰۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول " ۵۱۱۔ تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۳۰۹۔

سیّد کمال شاہ چشتی لاہوری رح

آپ کے متعلق بہت تحقیق کی گئی کہ آپ کے صحیح حالات دستیاب ہو سکیں۔ مگر کہیں بھی معلوم نہ ہو سکے۔ صرف "تحقیقاتِ چشتی" کے مطابق یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک طوائف بلّو نامی کے پیر تھے۔ جو صوفی مزاج اور کم گو تھی۔ نیز صوم و صلوٰۃ کی طرف بہت رغبت رکھتی تھی۔ اور مولوی نور احمد چشتی نے اس کو دیکھا تھا۔ جو کہ ۱۸۶۷ء میں فوت ہوئے۔ اور انھوں نے اس جگہ کا تذکرہ بعنوان "احوال مکان گھوڑے شاہ" اپنی کتاب میں کیا ہے۔ جب میں اسی تکیہ میں برائے تحقیق احوال گیا۔ تو کچھ لوگ جو وہاں چوپٹ کھیل رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ آپ حضرت پیر ذکی رح کے ساتھ لاہور آئے تھے۔ اور اکیس ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھ پہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور آپ بہت صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر اس سلسلے میں مولوی نور احمد چشتی کا بیان زیادہ مستند ہے۔

حضرت میاں غلام مصطفیٰ وزیر آبادی مرشد سیّد چراغ علی شاہ رح لاہوری چشتی اکثر و بیشتر آپ کے مزارِ عالی پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ آخری بار لاہور سے تشریف لے گئے۔ تو اپنے مرید سیّد چراغ علی شاہ رح کے ہمراہ اس مزار پہ تشریف لائے۔ اور کافی عرصہ اپنے دیگر مریدوں کے ساتھ یہاں قیام کیا۔ فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی۔

اور پھر عازم سفر ہوئے۔

وفات سمت ۱۹۰۰ مطابق ۱۸۴۳ء میں ہوئی۔

مزار اقدس مستی دروازہ کے باہر ایک احاطہ میں واقع ہے۔ احاطہ کافی وسیع ہے۔ چبوترہ قبر ایک مغنیہ نے بنوایا تھا۔ جس کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ قدیم مکان ہے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں۔ کہ ایک سو سال پرانا درخت بڑ موجود ہے۔ بے شمار درخت ہیں۔ باغیچہ ہرا بھرا ہے۔ مزار ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ اردگرد لکڑی کا جنگلا ہے۔ باہر آپ کے سجادہ نشینوں کی چار پانچ قبور ہیں۔ ایک طرف معمولی کمرے ہیں۔ اور کورچران وغیرہ رہائش رکھتے ہیں۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

(تحقیقات چشتی، صفحہ ۳۰۳)

سوانح عمری سید چراغ علی شاہ، صفحہ ۶۶۔

پیر ڈھیان شاہ چشتی لاہوریؒ

نواب سعادت خاں صادق محمد خاں ثالث ۱۸۵۴ء میں ریاست بہاول پور کے والی مقرر ہوئے۔ خاندانی نزاع کی بناء پر چار ماہ بعد معزول کر دیے گئے۔ تو لاہور آ گئے۔ اور یہاں ہی انھوں نے ۱۸۶۱ء میں وفات پائی۔ والئی بہاول پور اور آپ کی بیگم کا مقبرہ لٹن روڈ پر گندے نالے کے اوپر واقع ہے۔ اور ساتھ ہی مسجد بھی ہے۔ مقبرہ ایک بہت بڑے احاطے میں واقع ہے۔ مرمت وغیرہ کے اخراجات ریاست بہاول پور کے حکمران برداشت کرتے ہیں مقبرہ نواب صاحب و بیگم صاحبہ ایک وسیع و عریض کمرہ میں ہے۔ جس پر گنبد بھی ہے۔ نواب صاحب موصوف مثمن برج (شاہی قلعہ لاہور) میں نظر بند تھے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ نواب صاحب کا مقبرہ اس کی بیواؤں نے پندرہ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر کروایا تھا۔

سائیں ڈھیان شاہ نواب صاحب موصوف کے پیر و مرشد تھے سنا ہے کہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ اور بہت بزرگ اور جامع کمالات تھے۔ بعد وفات کے پیر صاحب کا مزار بھی اس احاطہ میں بنا۔ مگر کسی کتاب سے بھی آپ کے اصلی حالات سے آگاہی نہیں ہو سکی

اور نہ ہی تاریخِ وصال کا پتہ چل سکا۔

مزار :-

آپ کا مزار نواب بہاول پور کے مقبرہ کے پاس احاطہ کے آخری کونے پر نالے کے پاس ایک قدیم بڑ کے درخت کے نیچے واقع ہے۔

(ہسٹری آف لاہور صفحہ ۲۱۰)

حاجی شیخ محمد رمضان چشتی لاہوری

آپ لاہور میں ۱۲۰۲ ہجری (مطابق ۱۷۸۸ء) پیدا ہوئے۔

حاجی صاحب موصوف حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی کے خلفائے نامدار میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ زاہد۔ عابد۔ صائم وقائم اور صاحب ذکر و فکر تھے۔ سماع کی حالت میں کمال اضطراب اور بیقراری ان پر طاری ہوتی تھی۔ آخری عمر میں حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حج و زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہوئے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ خلیق و مجرد از خلق واصل بحق ہمیشہ مسجد میں مشغول رہتے۔

وفات :۔

آپ کی وفات ۱۲۸۲ ہجری (مطابق ۱۸۶۶ء) بعمر اسی سال ہوئی۔ عہد سلطنت انگلشیہ میں لاہور میں انتقال فرمایا۔ اور حضرت طاہر بندگی قادری، نقشبندی لاہوری کے مزار و دربار قادریہ کے نواح میں مدفون ہوئے۔

تاریخِ وفات اس طرح ہے :۔

حضرت رمضان کہ نام نامیش
بود متبرک چوں رمضان بر زبان
آمد اندر ماہ رمضان بر زمین
ہم بہ رمضان شد بر اوج آسمان!
(سرور)

(حدیقۃ الاولیاء، صفحہ ۵۵۔
خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل، صفحہ ۵۱۵۔
حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، صفحہ ۱۳۰۔

شیخ فیض بخش چشتی لاہوریؒ

بقول مصنف حدیقۃ الاولیاءؒ آپ حضرت خیر شاہ چشتی لاہوریؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ صاحبِ حال و وجد و سماع تھے۔ ساری عمر حالت تجرید و تفرید میں گزری۔ سیّد حیدر علی شاہ لاہوریؒ کے ہم صحبت تھے۔ گزر اوقات ریشم سازی کی دست کاری پہ تھی۔ ہر سال سات عرس منایا کرتے تھے۔ مصنف تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان لکھتے ہیں کہ آپ سیّد حیدر علی شاہؒ کے مرید تھے۔ جو شیخ خیر شاہؒ لاہوری کے مرید تھے۔ عرس یہ مناتے تھے۔

۱۔ آنحضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲۔ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰؓ و حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔
۳۔ سیّدنا حضرت امام حسینؓ۔
۴۔ غوثِ اعظم حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔
۵۔ شیخ المشائخ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ۔
۶۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔
۷۔ حضرت خواجہ علی احمد صابر کلیریؒ چشتی و دیگر پیرانِ کبارِ چشت۔

عرس کے بعد خانقاہ میں غربا اور مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

مجلس سماع میں سخت وجد میں آتے۔ جس پر نگاہ پڑتی، بیہوش ہوجاتا
آپ کاملانِ متاخرین سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں سے تھے۔ عاشقِ رسول تھے
آپ کے مریدین بھی باکمال تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر رات تین بار غسل فرماتے۔ اور مراقبہ و مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ ترکِ لذاتِ دنیا کا اس قدر خیال تھا کہ حلوہ میں بجائے چینی کے نمک مرچ ڈال کر کھایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ریشم کھول کر باغ میہاں سنگھ میں کام کر رہے تھے۔ کہ ٹڈی دل آگیا۔ باغبان جس نے باغ کا میوہ خریدا تھا بے حد پریشان ہوا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی۔ کہ بارالٰہی۔ اس کے خریدکردہ پھل کو اس ٹڈی دل سے محفوظ رکھ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ ٹڈی دل باغ کے اندر داخل نہ ہوا۔ مگر اردگرد کے تمام درخت چٹ کر گیا۔

تاریخ وفات اس طرح ہے :۔

ز دار الفنا سوئے فردوس رفت
چو آں فیض بخش صفا اہل فیض!
بگو محرم فیض حق سال او
دگر واہل عطا، اہل فیض! ۱۲۸۶ھ

وفات :۔ آخری عمر میں آپ تپ محرقہ میں چند روز مبتلا رہ کر اس دارِ فانی سے (۹ رجب ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۵۔اکتوبر ۱۸۶۹ء) کوچ کر گئے۔ اس رات کو آپ نے حافظ خادم بخش نعت خواں کو بلایا۔

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے۔ اس نے یہ اشعار پڑھنا شروع کیے۔ جو غالباً حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ جامیؒ کے ہیں۔

منم خاکِ درِ کوئے محمدؐ!
اسیرِ حلقۂ مُوئے محمدؐ!
قتیلِ نوکِ شمشیرِ نگاہش
شہیدِ تیغِ ابروئے محمدؐ!

اشعار سن کر آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ اور وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس حالت میں جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ ملکہ وکٹوریہ حکمرانِ انگلستان کے عہد کا واقعہ ہے۔ جائے مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

(تذکرۃ الصلحٰی۔ حدیقۃ الاولیاء، صفحہ ۵۵۔
خزینۃ الاصفیا جلد اوّل، صفحہ ۵۱۶۔
حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، صفحہ ۱۳۰۔

خواجہ حسینؒ چشتیؒ لاہوری

آپ کے مزار کے باہر دروازہ پر یہ شعر لکھے ہیں :-

این روضہ چوں بہار از ہشت بہشت
چوں پیشوائے اہلِ یقین خواجہ حسین
سالِ تبا فرمدیحہ خرد گفت اہلِ چشت
آرام گاہ داور دین خواجہ حسینؒ
۱۲۸۶ ہجر

اور یہ شعر بھی تحریر ہے :-

بر آستان تو ہر کس رسید مطلب یافت
روا مدار کہ من نا امید برگردم

انتقال پُر ملال آنجناب کا ۱۲۸۶ ہجری ۱۸۶۹ء میں بعہد سرکار انگلشیہ میں ہوا۔ حالات باوجود کوشش کے نہیں مل سکے۔

مزار اقدس پر گنبد بہترین بنا ہے۔ یہ مزار میو ہسپتال کے احاطہ میں مُردہ خانہ اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے درمیان گراونڈ میں اونچی سطح پر واقع ہے۔ مزار پر یہ شعر رقم ہیں۔

رفتِ زیں باغ چوں بہ خلدِ بریں
مرشد ذی جلال خواجہ حسینؒ !
یادگاری گذاشت نائب خویش

خادمِ خوش خصال خواجہ حسینؒ
نامِ نامی او چراغ علی است
آنکہ گردش بحالِ خواجہ حسینؒ
گفت سالش فرید عیاںسے
عاشقِ لایزال خواجہ حسینؒ

باہر احاطہ چار دیواری میں فقیر چراغ علی المتوفی ۱۸۸۶ء کی قبر ہے۔ اور میڈیکل کالج کی طرف گراؤنڈ میں حضرت گرز علی شاہؒ کا مزار ہے۔

سیّد چراغ علی شاہ چشتی لاہوریؒ

آپ کے آباؤ اجداد سبزوار کے رہنے والے تھے۔ ۱۷۰۶ء میں میر عالم سبزوار سے لاہور بعہد اورنگ زیب عالمگیرؒ آئے تھے۔ اور واپس چلے گئے۔ دوسری دفعہ ۱۷۰۹ء بمعہ اہل و عیال لاہور آئے۔ اور یہاں کے ہو رہے۔ یہ زمانہ بہادر شاہ اوّل کا تھا۔ بادشاہ نے آپ کو اپنا ذاتی معالج بنایا۔ ان کے دو صاحبزادے میر یحییٰ علیؒ اور میر ذوالفقار علیؒ تھے۔

سیّد صاحب مبارک حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور کے بانیوں میر بہادر علیؒ، میر قادر علیؒ اور میر بہادر علیؒ کے خاندان سے تھے۔ قوم کے سیّد سبزواری تھے۔ اور قاضی غلام محمد چشتی لاہوریؒ جو عہدِ عالمگیرؒ لاہور کے قاضی تھے، کی اولاد سے تھے۔ آپ حکیم غلام دستگیرؒ لاہوری کے شاگرد تھے۔ جن کا شمار عہدِ سکھی کے ممتاز حکماء میں شمار ہوتا تھا۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:۔

سیّد چراغ علی شاہؒ حکیم بن سید احمد شاہؒ بن میر قمر علی المشہور میر شاہین بن میر جیا بن میر عالم شاہؒ جو کہ چونتیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ پر ختم ہوتا ہے۔

بیعت :۔

آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تھی۔ آپ کے بے شمار

مرید تھے۔ نہایت خلیق خوش خو اور خوش مزاج تھے۔ آپ کے پیرومرشد مولوی غلام مصطفےٰؒ وزیر آبادی تھے۔ جن کا سلسلہ یہ ہے۔ مولوی غلام مصطفےٰؒ مرید شیخ اللہ دتہ صابریؒ مرید شیخ کریم الدین چشتیؒ، مرید شیخ محمد غوث چشتیؒ مرید شیخ قادر بخش چشتیؒ مرید حامد شاہؒ، مرید شیخ محمد صدیق چشتیؒ لاہوری مرید حافظ محمد عارف مرید شیخ عبدالخالق قریشی مرید شیخ خان اللہ چشتیؒ لاہوری۔

مسٹر رابرٹ منٹگمری لفٹیننٹ گورنر پنجاب اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں باغیچہ سید چراغ علی شاہؒ میانی میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

مصنف تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد کے زمانہ ۱۲۸۷ھ میں آپ حیات تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ کچھ عرصہ سے وظائف اور تحریر کی طرف طبیعت زیادہ ہے۔ اس لیے بارہ تیرہ سال سے آپ نے اناج کھانا چھوڑ دیا ہے۔ علم حکمت میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ درس تدریس کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ نہایت خوش شکل تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ مفتی غلام سرورؒ نے آپ کو بقراطِ ثانی لکھا ہے۔ سید سردار شاہ گیلانی المعروف شاہ سردار جھنڈے والے۔ سید نظام الدین لوٹے المعروف حضرت نظام الدین بودیاں والے گیلانیؒ۔ مولوی احمد بخش چشتیؒ بیکدل۔ اور مولوی نور احمد چشتیؒ۔ اور سائیں حسین شاہ چشتیؒ۔ جن کی لاہور میں ہر روز عرس میٹھی کھچڑی

مشہور ہے۔ آپ سے خاص میل ملاقات رکھتے تھے۔ آپ سماع بھی سنتے تھے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی بھی جب لاہور تشریف لاتے تو آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ حاجی محمد رمضان خلیفہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی بھی آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

نماز تہجد کے بعد آپ مزار پر انوار حضرت میاں میر قادریؒ پر تشریف لے جاتے تھے۔ نماز فجر وہاں ادا کر کے تمام روز قرب و جوار کے میدانوں میں سیر فرمایا کرتے تھے۔ ظہر مسجد اندرون مزار حضرت میاں میرؒ میں ادا فرماتے۔ عصر کی نماز مسجد حضرت شاہ محمد غوثؒ بیرون دہلی دروازہ ادا فرماتے۔ مغرب مسجد وزیر خاں میں ادا فرماتے۔ اور مزار حضرت سید اسحاقؒ المعروف میراں بادشاہ پر فاتحہ پڑھتے۔ اور نماز عشاء تک یہاں ہی قیام فرماتے تھے۔

اولاد :-

آپ کی اولاد میں سے سید حاکم علی شاہؒ - سید بہادر علی شاہؒ اور سید قادر علی شاہؒ مشہور ہیں۔

سید حاکم علی شاہؒ ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ سید بہادر علی شاہؒ ۱۸۴۶ء میں اور سید قادر علی شاہ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔

لے حضرت محمود شاہ نقشبندی قادری جن کا مزار سائیں گھوڑے شاہ تیزاب احاطہ میں واقع ہے۔ اور کوچہ کوٹھی داراں مسجد سنہری کشمیری بازار رہائش رکھتے تھے۔ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

مزار:-

آپ کا مزار احاطہ سیّد چراغ شاہ واقع قبرستان میانی میں ہے۔ مذکورہ احاطہ اور باغیچہ انھوں نے زمینداروں سے اراضی لے کر اپنے خاندان کے لیے علیحدہ بنوایا تھا۔ اس احاطہ و باغیچی میں لفٹیننٹ گورنر پنجاب آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا تھا۔

وفات آنجناب کی ۱۸ دسمبر ۱۸۹۸ء بروز یکشنبہ واقع ہوئی۔ نواب غلام محبوب سبحانی جاگیردار خلف الصدق نواب شیخ امام الدین خان صوبیدار کشمیر و مرید حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیار پوری نے یہ تاریخ کہی ہے

بزرگ نیک طینت سیّد پاک
ز دنیا رفت در کنج لحد خفت
زپی فوتش ملک از روی الطاف
مکانش جنت الاعلیٰ سبک گفت
۱۳۱۶ھ

موجودہ پتہ:-

لٹن روڈ سے دل افروز سٹریٹ نمبر ۹ میانی قبرستان کی طرف نکلتی ہے۔ رہائشی مکانات کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد تھوڑی دور آگے جا کر برلب سڑک پختہ دائیں طرف باغیچی و احاطہ سید چراغ علی شاہ سبزواری ہے۔ اور بائیں طرف احاطہ نظام شاہ ہے۔ احاطہ سید چراغ علی شاہ میں مکانات کے ساتھ ایک

اونچے چبوترے پر آپ کا مزار عالی وقار سنگ مرمر سے بنا ہوا موجود ہے۔ ساتھ ہی چار قبریں اور ہیں۔ پختہ اینٹوں کا نفیس دروازہ بنا ہوا ہے۔ جس میں سے گذر کر چبوترہ میں داخل ہوتے ہیں۔ باہر آپ کے عزیز و اقارب کی قبور موجود ہیں۔ مزار پر یا باہر کوئی نام وغیرہ نہیں ہے۔

(تذکرہ علمائے لاہور، صفحہ ۵۸۔
تاریخ لاہور، صفحہ ۳۳۹-۲۹۹-۶۱۔
تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۱۸۱۔
سوانحعمری سیّد چراغ علی شاہ، صفحہ ۱۱۰)

مولانا غلام قادر چشتی بھیروی

مولوی صاحب موصوف کے والد کا اسم گرامی مولانا غلام حیدرؒ تھا۔ جو بھیرہ ضلع شاہ پور کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ آپ کی ولادت بھیرہ میں ہوئی اور وہیں آپ نے علوم ظاہری میں تکمیل کی۔ ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ آپ بھیرہ سے لاہور تشریف لے آئے۔

لاہور میں آمد

لاہور کے قیام کے زمانہ میں آپ نے استاذ الکل حافظ غلام محی الدین بگوی نقشبندیؒ جو مسجد چکیاں اندرون بھاٹی دروازہ میں علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ اور ان کے برادرِ خورد حافظ احمد الدین بگوی نقشبندیؒ سے معقول و منقول کی کتب پڑھیں اور پھر دہلی جا کر حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان آزردہؒ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر کے علوم کی تکمیل کے بعد آپ واپس لاہور تشریف لے آئے۔ اور بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد میں سلسلہ وعظ و نصیحت شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت سن کر لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔

ایک دن بیگم شاہی مسجد کی متولیہ مائی جیواں مرحومہ آپ کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے مولانا کو اپنی مسجد میں خطابت و

امامت پر مامور کر دیا۔ اور بعد ازاں وہ آپ کی اتنی گرویدہ ہوئی، کہ آپ کو متولی بنا کر مسجد بیگم شاہی کی تولیت بھی آپ کو تفویض کر دی۔ آپ بہت بڑے فاضل تھے۔ طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ ایک زمانہ میں مدرسہ نعمانیہ اندرون ٹکسالی دروازہ اور اورینٹل کالج لاہور میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

آپ نے شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی سے بیعت کی۔ اس زمانہ میں آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا۔ چشتی سلسلہ میں منسلک ہونے کے باوجود آپ کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔

مسجد بٹی بازار حکیماں کو آپ نے سرکار انگریزی سے درخواست کر کے واگزار کرایا تھا۔

تصانیف:۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں:۔

۱۔ اسلام کی گیارہ کتابیں۔ ۲۔ شمس الضحیٰ۔ ۳۔ نماز حضوری۔
۴۔ حسنات خواجگان وغیرہ۔

خلفاء:۔

عارف باللہ حضرت مولانا غلام قادر رح کے کئی خلفاء تھے۔ جن میں سے معروف و مشہور یہ ہیں:۔

۱۔ حاجی الٰہی بخش رح۔

۲۔ خلیفہ محمد اکرمؒ
۳۔ مولوی شہاب الدینؒ

شاگرد :۔

آپ کے شاگردوں میں پیر سید جماعت علی شاہ علی پوریؒ۔ مولانا غلام حیدر لچھیؒ۔ مولوی نبی بخش حلوائی لاہوری، مصنف تفسیر نبوی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔ اور مولانا مولوی مفتی غلام احمد اوّل مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور بہت مشہور ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ حضرت مولانا بھیرویؒ قدس سرہ کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔ اور ان کی کتابوں کو بہت مفید سمجھتے تھے انقلاب الحقیقت کے صفحہ ۸۸ پر لکھا ہے کہ

"انگریزی دان اصحاب کو اکثر مولانا غلام قادر صاحب مرحوم بھیروی کے سلسلہ اسلام کی کتب کے مطالعہ کے لیئے فرماتے۔ کیونکہ ان لوگوں کے عقاید خراب ہوتے ہیں۔ اکثر قرآن مجید کے آخری پاروں کا ترجمہ یا کسی خاص تفسیر کا نام لے کر بھی ارشاد فرماتے"

وفات :۔

آپؒ کی وفات ۱۹۔ ربیع الاوّل ۱۳۲۷ ہجری (مطابق مارچ ۱۹۰۹ء) کو ہوئی۔ اور مسجد بیگم شاہی لاہور میں دفن ہوئے۔ آپ کے نامور خلفاء میں سے حاجی الٰہی بخشؒ اور خلیفہ محمد اکرمؒ بھی آپ کے پاس

بھی مسجد مذکور میں دفن ہیں۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا آسی امرتسری نے تاریخیں کہیں :۔

۱۔ منبع فیض رب جلیل ۔ ۱۳۲۷ ہجری

۲۔ در خلد بریں قبلۂ من ۔ ۱۳۲۷ "

بزرگان لاہور، صفحہ ۱۸۱۔

نقوش لاہور نمبر، صفحہ ۱۳۷۔

لاہور سکھوں کے عہد میں، صفحہ ۶۰

حافظ صوفی محمد امین شاہ چشتی صابریؒ

صوفی صاحب کے والد ماجد حافظ محمد اکبر علی افغانستان سے ترکِ وطن کر کے لاہور آ گئے تھے۔ آپ کی پیدائش لاہور میں ہی ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء میں ہوئی تھی۔ اور یہیں آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔

بیعت:۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد زبدۃ العارفین حضرت سیّد صوفی محمد حسین شاہؒ مراد آبادی قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کے تعلقات حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے نہایت اچھے تھے۔ اور ان کے گہرے دوست تھے۔

تصانیف:۔ آپ شاعر بھی تھے اور نعت نہایت اچھی کہتے تھے "انیس العاشقین" اور "راحت العاشقین" کے نام سے دو مجموعے یادگار چھوڑے ہیں جو نعت سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور متصوفانہ کلام پر مشتمل ہیں۔ "انیس العاشقین" چھپ چکا ہے اور "راحت العاشقین" ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

وفات:۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ بمطابق نومبر ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ اور مزار تکیہ وصوبیاں نزد نیا مزنگ میانی قبرستان میں بنا جہاں ہر سال آپ کے فرزند جناب قاسم علی شاہ کے زیر اہتمام یوم وفات پر عرس ہوتا ہے۔

پیر نوازش علی چشتی صابریؒ

ولادت:- آپ کی ولادت ۱۸۸۵ء میں بمقام نوشہرہ ڈھالا ضلع امرتسر میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید غلام مرتضیٰ شاہ اور آپ کے جدِ امجد کا نام نامی بابا حیدر شاہ تھا، جو سلسلہ نوشاہیہ کے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔

تعلیم و تربیت:-

آپ نے علوم مروجہ کی تحصیل مولوی محمد علی بڈھانویؒ سے فرمائی مولوی صاحب متبحر عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے نسبت رکھتے تھے۔ تحصیلِ علم کے بعد آپ ذکر و فکر اور مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ اور کئی سال تک مجاہدات میں مصروف رہے۔

بیعت:-

آپ نے حضرت خواجہ محمد فاروق حسنؒ چشتی رام پوری سے ساہیوال میں سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی۔

ورودِ لاہور

آپ ۱۹۱۹ء میں نوشہرہ ڈھالا (جو کہ ہند و پاک کی سرحد پر برکی سے آگے چھ سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے) سے لاہور تشریف لائے۔

اور گڑھی شاہو میں محراب شریف پر خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں پہلے نواب جعفر خان اور اس کے لڑکے کاظم خان کے مزارات بھی تھے۔ نواب صاحب موصوف عہد شاہجہان میں وزیر تعمیرات و ہفت ہزاری تھے۔ چونکہ اس محراب شریف کی دیکھ بھال اور غور پرداخت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لیے جب آپ لاہور تشریف لائے۔ تو انھوں نے یہاں قیام فرمایا۔ مسجد تعمیر کروائی۔ اور اپنے سلسلہ کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ آپ یہاں تیس برس تک وعظ و نصیحت اور ارشاد و تلقین میں مصروف رہے۔ آپ نے "عارف نامہ" ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا تھا۔ جو کہ پنجابی زبان میں ہے۔

وفات :-

آپ نے ۲۵ جولائی ۱۹۴۸ء میں وفات پائی۔ اور محراب شریف واقع نوازش سٹریٹ گڑھی شاہو میں دفن ہوئے۔ ایک گنبد آپ کے مزار پر ہے۔ اور دوسرے کے نیچے سنگ مرمر کا کتبہ سید آرام محمود کا تحریر ہے۔ اس نام کا کوئی ولی آج تک کسی تاریخی کتاب سے ثابت نہیں ہو سکا۔ نواب جعفر خان کی قبر گنبد سے باہر ہے۔ محراب شریف لاہور کی قدیم ترین عمارات میں شمار ہوتی ہے۔ کافی اونچی ہے۔ اور دیواریں بہت موٹی ہیں۔ گنبد آپ کے مریدین نے صرف کثیر سے تعمیر کروایا ہے۔

مآخذ

۱۔ خزینۃ الاصفیا جلد اوّل و دوم مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری
در مطبع نامی منشی نولکشور پریس ماہ جون ۱۹۰۲ء بار دوم

۲۔ حدیقۃ الاولیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری در مطبع نامی منشی
نولکشور ماہ جون ۱۹۰۶ء بار چہارم!

۳۔ تحقیقات چشتی مصنفہ مولوی نور احمد چشتی۔ چھاپہ سٹیم پریس لاہور
یکم جنوری ۱۹۰۷ء، بار دوم۔

۴۔ داتا گنج بخش مصنفہ محمد دین فوق پنجابی پریس لاہور، بار دوم
۵ ستمبر ۱۹۲۰ء

۵۔ تاریخ لاہور مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال مطبع وکٹوریہ پریس لاہور۔
طبع اوّل ۱۸۸۴ء

۶۔ تذکرہ علمائے لاہور، مصنفہ محمد دین فوق۔
یکم فروری ۱۹۲۰ء

۷۔ تذکرۃ الاولیائے ہند و پاکستان مصنفہ مرزا محمد اختر دہلوی
لاہور ۱۹۵۷ء

۸۔ "نقوش" لاہور نمبر۔ فروری ۱۹۶۲ء

۹۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب مصنفہ اعجاز الحق قدوسی کراچی۔

۱۰۔ تذکرہ علمائے ہند۔ مؤلفہ مولوی رحمان علی۔
ترجمہ محمد ایوب قادری کراچی۔

۱۱۔ تاریخ لاہور انگریزی۔ سید محمد لطیف جج۔

۱۲۔ سفینۃ الاولیا، مصنفہ شہزادہ داراشکوہ قادری
ترجمہ محمد وارث کامل

۱۳۔ بزرگان لاہور، مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم

۱۴۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام، ایم اے۔ سی۔ ایس۔ پی

۱۵۔ داتا گنج بخش مصنفہ محمد وارث کامل۔

۱۶۔ نزہتہ الخواطر مصنفہ علامہ سید عبدالحی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء
لکھنؤ۔ ترجمہ اردو۔

۱۷۔ یاد رفتگان مصنفہ محمد الدین فوق، ۱۹۰۹ء اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

۱۸۔ منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبدالقادر بدایونی
ترجمہ اردو محمود احمد فاروقی۔

۱۹۔ تاریخ جلیلہ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی۔

۲۰۔ تذکرہ مشائخ نگویہ مصنفہ مولانا ظہور احمد بگوی مرحوم۔
طبع ۱۹۳۴ء

۲۱۔ تاریخ مشائخ چشت مصنفہ خلیق احمد نظامی مطبوعہ اشوکا پریس دہلی
مئی ۱۹۵۳ء

۲۲۔ خلاصہ تواریخ مشائخ چشت مصنفہ مولا بخش چشتی نظامی مطبوعہ دہلی
۱۳۰۴ھ

۲۳- ہفت بہشت معروف بہ سوانحِ عمری خواجگانِ چشتؒ
مرتبہ و مؤلفہ سیّد قربان علی لسبمل دہلی۔
۲۴- سوانح عمری حضرت سیّد چراغ علی شاہؒ سبزواری لاہوری
مصنفہ حضرت دولا بخش خلیفہ خاص حضرت صاحب
مطبوعہ فیض عام پریس۔ لاہور ۱۹۰۵ء
۲۵- یادِ پیر الموسوم باسم التاریخی آئینۂ پیغمبری، مصنفہ محمّد عمر خاں۔
دِلّی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۳۰ء
۲۶- قصرِ عارفاں دفارسی، مصنفہ مولوی احمد علیؒ مرید حضرت شاہ سلیمانؒ
تونسوی چشتی اورنٹیل کالج میگزین داگست ۱۹۶۵ء
نومبر ۱۹۶۵ء، فروری ۱۹۶۶ء)
۲۷- حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، مؤلفہ مولانا امام بخش ولد پیر بخشؒ
۲۸- تذکرۃ الصلحا الموسوم بہ اسم تاریخی "تاریخِ احسن"، مصنفہ مولانا محمد عبدالحی
چشتی قادری۔ در مطبع نظامی بدایوں ۱۳۳۰ھ
۳۰- مضامین ذوقی مرتبہ واحد بخش، کراچی۔
مارچ ۱۹۴۸ء
۳۱- زیارات (سفرنامہ مرجع حضرت میاں علی محمد صاحب)
مرتبہ۔ شیخ سردار محمد۔ ۱۹۶۲ء
۳۲- سیرتِ سلیمان تونسویؒ مؤلفہ مولوی صالح محمد بلوچ ادیب فاضل
تونسوی ۱۹۳۵ء۔ لاہور

۳۳۔ نافع السالکین، ملفوظات خواجہ سلیمان تونسویؒ۔
مرتبہ مولانا امام الدینؒ۔

۳۴۔ جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان مؤلفہ حافظ نذر احمد ۱۹۶۰ء

۳۵۔ ذکر حبیب یعنی ملفوظات پیر سید غلام حیدر علی چشتی جلال پوری، ۱۹۲۳ء منڈی بہاؤ الدین

۳۶۔ مراۃ العاشقین ملفوظات شمس الحق والدین سیالویؒ، در مطبع مصطفائی لاہور ۱۳۰۳ ہجری مطابق ۱۸۸۵ء (فارسی)
مرتبہ: سید محمد سعید بن سید حیدر شاہ چشتی

۳۷۔ انوار شمسیہ المسمّٰی بہ اسم تاریخی خطبہ چشتیہ مصنفہ مولوی امیر بخشؒ منشی دربار سیال شریف۔ مطبوعہ مطبع مفید عام لاہور ۱۹۱۶ء

۳۸۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، مصنفہ پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑویؒ۔
سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء

۳۹۔ حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار ملفوظات حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ مؤلفہ خواجہ امام بخش۔ صدیقیہ پریس۔ ملتان ۱۹۵۰ء

۴۰۔ ہفت اقطاب مؤلفہ مولانا غلام جہانیاںؒ حسینی قریشی ڈیرہ غازیخان
ہمت زرد پرنٹنگ پریس ملتان۔

۴۱۔ اسرار تصوف مصنفہ حکیم احمد علی خاں، در مطبع منشی فخر الدین لاہور ۱۳۱۱ ہجری ۱۸۹۳ء

۴۲۔ عین الولایت لراح الہدایت مصنفہ حضرت محمد عزیز اللہ شاہ،

مطبع نولکشور واقع لکھنؤ ۱۹۵۳ء

۴۳۔ تاریخ مخزنِ پنجاب، مصنفہ مفتی غلام سرورؒ لاہوری ۱۸۷۷ء

۴۴۔ مقالاتِ مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہریہ۔ ۱۹۶۵ء
نور آرٹ پریس راولپنڈی

۴۵۔ سوانح حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجشکرؒ
مولفہ وحید احمد مسعود، ۱۹۶۵ء۔ کراچی

۴۶۔ الافاضات السنیہ الملقب بہ فتاویٰ مہریہ، ۱۹۶۲ء
سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی۔

۴۷۔ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ داراشکوہؒ قادری۔

۴۸۔ ملفوظات وحالات شاہ فخر دہلوی اردو ترجمہ فخر الطالبین و مناقب فخریہ، مرتبہ:۔ میر نذر علی دردؔ کاکوروی
سلمان اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء

۴۹۔ التذکار السعید فی ذکر خواجہ غلام فریدؒ چشتی۔
ناشر:۔ مکتبہ اولیائیہ حامد آباد۔ ڈاک خانہ خانبیلہ بہاولپور ڈویژن
۱۹۶۱ء

۵۰۔ ستارۂ چشت مصنفہ مولانا ضیاء القادری مطبوعہ کراچی۔

۵۱۔ مسجد شہید گنج۔ مسجد شاہ چراغ اور مزار حضرت شاہ کاکوؒ چشتی کے تاریخی حالات
مرتبہ: حاجی رحیم بخش وکیل۔

۵۲۔ حقیقت گلزار صابری، مولفہ شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری،
مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور۔

۵۳ ۔ تحائف اشرفی از شاہ علی حسینؒ صاحب کچھوچھوی مطبوعہ کراچی ۔
۵۴ ۔ وظائف اشرفی جلد اوّل مصنفہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی ۔
اہل سنت برقی پریس مراد آباد ۔
۵۵ ۔ خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ از سید محمد صاحب محدث اعظم اشرفی کچھوچھوی ۔
(آل رنڈ پاسنی کانفرنس ۱۹۴۶ء)
۵۶ ۔ فرش پر عرش (کلام حضرت سید ابو المحامد محمد اشرفی کچھوچھوی)
مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۵ء
۵۷ ۔ حیات خسرو، مولفہ مفتی محمد سعید احمد مارہروی،
مطبوعہ نولکشور سٹیم پریس لاہور ۱۹۰۹ء
۵۸ ۔ تذکرۃ الواصلین، مرتبہ خان بہادر مولوی محمد رضی الدین رئیس بدایون ۔
بار دوم ۱۹۴۵ء (بر حالات اولیائے کرام، بدایوں)
۵۹ ۔ دستور تصوف المعروف بہ انقلاب حقیقت مصنفہ صاحبزادہ
محمد عمر سجادہ نشین بیربل شریف ضلع سرگودھا ۔
۶۰ ۔ خزینۂ حق، مصنفہ محمد ریاض الدین ۔
مطبوعہ پشاور ۱۹۶۷ء

تمت بالخیر!

63

تاریخ

اولیائے چشت لاہور

تصنیف لطیف

محمد دین کلیم، بی اے

ناشر

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ، لاہور